تعلیم الایمان

قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا. (الحجرات: ۱۴)

دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کی۔

قرآن پر یقین

مضبوط کرنے کا طریقہ

مؤلف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

☆ مفتی محمد شعیب مظاہری ☆ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی

☆ مولانا امتیاز احمد خان مفتاحی ☆ مفتی عبدالمعبود قاسمی

☆ مولانا محمد یاسین قاسمی ملاّنوی

ناشر

عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب: قرآن پر یقین مضبوط کرنے کا طریقہ

مرتب: عبداللہ صدیقی 9966992308

زیر سرپرستی: ☆ مفتی محمد شعیب مظاہری 9640213661 (ابوظہبی)

☆ مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی 9963770669 (حیدرآباد)

☆ مولانا امتیاز احمد خان قاسمی نقشبندی 9912788473 (نرمل)

☆ مفتی عبدالمعبود قاسمی 9893265130 (بھوپال)

☆ مولانا محمد یاسین قاسمی ملّانوی 9391245419 (عادل آباد)

سنہ طباعت: ۲۰۲۴ء مطابق ۱۴۴۵ھ

تعداد: 1000

کمپیوٹر کتابت: النور گرافکس حیدرآباد۔ 9963770669

ناشر: دار الاسلام پبلیکشنز، لکڑی کا پل، حیدرآباد، تلنگانہ انڈیا۔

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھیے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے "ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ" پڑھیے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھیے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔

عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

فون نمبر: 09997177817, 9760704598

قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِن قُولُوٓا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۔ (الحجرات:۱۴)

دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے، البتہ یہ کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کی، اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

بہت زمانے سے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو دین کے ضروری ضروری احکام کا علم تو بہت اچھی طرح ہے مگر وہ جان بوجھ کر احکام کے خلاف چلتے ہیں اور عمل نہیں کرتے، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ علم کے اعتبار سے معلومات تو ضرور رکھتے ہیں لیکن وہ ایمان میں یقین کی کیفیت سے خالی نظر آتے ہیں، وعظ و نصیحت سننے سے یا قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے سے احکام کی معلومات تو ہو جاتی ہیں مگر علم پر عمل کرنے کے لئے یقین کا ہونا بہت ضروری ہے۔

پوری دنیا میں قرآن و حدیث کا علم کتابی اعتبار سے دیا اور سمجھایا ضرور جاتا ہے اور احکام سے واقفیت کروائی جاتی ہے' لیکن ایمان میں یقین پیدا کرنے کا طریقہ اور محنت نہیں کی جاتی ہے، چنانچہ درس دینے والوں کی اکثریت کو ایمان میں یقین کیسے پیدا کیا جائے معلوم ہی نہیں ہے، جس کی وجہ سے اکثر مسلمانوں میں قرآن مجید کا بہت سارا علم اور معلومات اللہ کی کتاب مان کر احترام و ادب اور تعظیم ہی کی حد تک ہو کر رہ گیا، لوگ کلام الٰہی کو تعظیم سے چومتے ہیں لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔

کسی کی موت کے وقت جان آسانی سے نکلنے یا ثواب پہنچانے یا ثواب حاصل کرنے یا مکان یا دُکان میں برکت کے لئے بڑے اہتمام سے تلاوت کرتے ہیں اور گھروں میں قانونی پابندی کے لئے خانہ پوری کی خاطر بس بغیر سمجھے تلاوت کر لیتے ہیں، ہدایت حاصل کرنے' اس میں غور و فکر کر کے یقین پیدا کرنے کی فکر ہی نہیں رکھتے، اگر کہیں قرآن مجید کے دروس ہوتے بھی ہیں تو بہت کم تعداد قرآن سمجھنے کے لئے جمع ہوتی ہے، زیادہ تر تقاریر اور وعظ و نصیحت اصلاحِ معاشرہ پر ہوتی ہیں، یہ واحد کتاب ہے جو پوری دنیا

میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی مگر سب سے کم سمجھی جاتی ہے، پھر کیسے اس کی تشریحات پر یقین پیدا ہوگا، مسلمان قرآن مجید کے بہت سارے احکام معلومات کی حد تک جانتے ہیں لیکن نہ سمجھنا چاہتے ہیں اور نہ ان احکام پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ نے اس پر پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور نماز فرض ہے، اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہی ہے، لیکن وہ صرف جمعہ کی نماز کا اہتمام کرتا ہے، پردہ کرنا فرض ہے، مگر جان بوجھ کر ماڈرن تہذیب اور کلچر کے دیوانے بن کر بے پردہ بن جاتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اللہ نے انہیں زندگی بھر اپنی عبدیت و بندگی کے لئے پیدا کیا مگر وہ صرف رمضان کا چاند نظر آتے ہی روزہ' نماز کی پابندی کرتے ہیں پھر شوال کا چاند نظر آتے ہی مسجدیں ویران کردیتے ہیں اور پھر سال بھر غیر اسلامی زندگی گذارتے ہیں۔

وہ جانتے ہیں کہ ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے کھانا حرام ہے' لیکن پھر بھی سود' رشوت' جوڑے کی رقمیں' سامانِ جہیز' زمین' جائیداد اور دُکان وغیرہ پر قبضے کرلیتے ہیں' زمینات اور ڈوری وغیرہ کے ناجائز جھوٹے مقدمے ڈال کر اسلام کا اور خود مسلمان ہونے کا مذاق اُڑاتے ہیں، اگر آخرت کا یقین ہوتا تو یہ اعمالِ رذیلہ اختیار نہ کرتے، سنتوں والے اعمال اور سب سے اعلیٰ و بہترین کلچر کو چھوڑ کر گھٹیا مغربی تہذیب کو جان بوجھ کر پسند کرتے ہیں اور اسی کو اختیار کرتے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حقیقت کا یقین ہوتا اور آپ ﷺ کی اتباع ہی میں کامیابی وعزت سمجھتے تو کبھی سنتوں والی زندگی کو نہیں چھوڑتے، جبکہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعاء نماز میں پڑھتے ہیں' لیکن اسی کے خلاف ذلت میں مبتلا' گمراہ انسانوں کے کلچر کو اختیار کرکے اسی میں عزت و کامیابی سمجھتے ہیں، اگر اسلام ہی کے سچے اور سیدھے راستے کا یقین ہوتو کبھی بھی آگ اور گندگی کے راستے اختیار نہ کرتے، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں' کا اقرار نماز میں کرتے ہیں' پھر جھنڈوں' علموں' مرحومین' بزرگوں اور درگاہوں پر دعائیں اور منتیں مانگتے ہیں، اللہ کے علاوہ مخلوقات کو رکوع

اور سجدہ کرتے ہیں، کعبۃ اللہ سے ہٹ کر قبروں کا طواف بھی کرتے ہیں، اگر اللہ ہی کے اکیلے عبادت کے لائق ہونے اور اللہ ہی کو ہر ضرورت پورا کرنیوالا ہونے کا یقین ہوتا تو جان گنوانا گوارا کرتے مگر غیر اللہ کے سامنے نہ سر جھکاتے اور نہ مدد مانگتے اور نہ دعاء کرتے۔

گالی دینا' جھوٹ بولنا' امانت میں خیانت کرنا اور وعدہ خلافی کرنا' منافق کی علامتیں ہیں یہ جاننے کے باوجود انہی اعمالِ رذیلہ کو جان بوجھ کر اختیار کرتے ہیں، مسجدوں پر اپنی اپنی جماعتوں کا نام لکھ کر دوسرے مسلمانوں کو آنے سے گویا روکتے ہیں، اور ایمان کا لحاظ کئے بغیر ایک دوسرے کو کافر و مشرک کہتے ہیں، آپس میں ہی غیر جماعت والوں کو سلام نہیں کرتے، جبکہ کتابِ الٰہی اپنے پاس رکھتے اور ایک دوسرے کو گمراہ کہتے ہیں۔

یہاں ساری بداعمالیاں تو بیان نہیں کی جاسکتیں' یہ سب کام اور اعمال بتلا رہے ہیں کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد قرآن و حدیث کا علم صرف معلومات کی حد تک تو ضرور رکھتی ہے مگر یقین سے خالی نظر آتی ہے، اکثر لوگ نماز بھی پڑھتے، روزے بھی رکھتے، حج بھی کرتے، داڑھی بھی رکھتے ہیں اور پردہ بھی کرتے ہیں، مگر اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً کے تحت اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوتے اور آدھے مسلم اور آدھے غیر مسلم جیسے کام کر کے صرف جسم کے نام سے مسلمان بنے رہتے ہیں، شرک اور توحید کا ملا جلا عقیدہ رکھ کر اپنے آپ میں مسلمان ہونے کا یقین رکھ کر مطمئن رہتے ہیں۔

یقین کی کمی کو سمجھنے اور سمجھانے کا آسان طریقہ

اگر آپ کسی کے گھر مہمان بن کر جائیں اور کوئی معتبر آدمی آپ سے کہے کہ یہ کمرہ آپ کے قیام کے لئے ہے، اس میں ہر قسم کا آرام ہے، ایر کنڈیشن' نرم گدے اور سردی سے بچنے کے لئے ہیٹر' فریج اور ٹیلیفون سب کچھ ہے، لیکن کمرے کے ان چار پانچ سوراخوں میں سے کسی ایک سوراخ میں سانپ گیا ہے، تو آپ اس خبر اور علم پر سانپ کے موجود اور نقصان پہنچانے کے علم الیقین کو حق الیقین میں تبدیل کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چاہے کسی دوسرے کمرے میں تکلیف ہی کیوں نہ ہو' میں وہاں رہوں گا' لیکن اس کمرے

میں رہنا تو دور کی بات ہے اندر داخل بھی نہیں ہونا چاہتا۔

سانپ کی اس اطلاع اور علم کے باوجود اگر کوئی اسی کمرے میں چلا جائے اور وہیں رات گذارے اور اسی کمرے کے سوراخوں کے قریب بیٹھتا اٹھتا رہے تو دیکھنے والے کہیں گے کہ اس شخص کو سانپ کے کسی بل میں موجود ہونے کا علم تو ہے لیکن یقین نہیں۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے کلام اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے ذریعہ آخرت، قیامت، قبر، میدانِ حشر، پل صراط، جنت اور دوزخ کے حالات، اور سزاء اور جزاء کا علم واطلاع دے چکا ہے، تو اس علم الیقین پر حق الیقین پیدا نہ کر کے کتابِ الٰہی کے احکام کی جان بوجھ کر نافرمانی کرنا اور دوزخی راستے اور اعمال ہی کو پسند کریں تو کہنا پڑے گا کہ کتاب الٰہی کا علم تو ضرور ہے مگر ان پر یقین کی کیفیت نہیں، اس لئے کتاب الٰہی پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یقین پیدا کرنے کے تین طریقے رکھے ہیں

اللہ تعالیٰ دنیا کے ہر علم میں یقین پیدا کرنے کے طریقے انسانوں کو سمجھایا ہے، ایک علم الیقین جو کتابوں کے ذریعہ دیا جاتا ہے، دوسرا عین الیقین جو آنکھوں سے دیکھ کر حاصل کیا جاتا ہے، تیسرا حق الیقین، جو ہاتھوں سے چھو کر پیدا کیا جاتا ہے، یا پھر علم الیقین کی تعلیم سے اور عین الیقین کی نشانیوں اور مشاہدے سے حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔

عام طور پر علم الیقین سے جب علم حاصل ہوتا ہے تو عین الیقین سے مشاہدہ کر کے دونوں یقین کی مدد سے انسانوں کو حق الیقین ملتا ہے یا یہ دونوں یقین مل کر حق الیقین میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اور زیادہ تر حق الیقین اسی طرح پیدا ہوتا ہے۔

انسان حق الیقین کے بغیر کسی بھی علم پر عمل نہیں کر سکتا

انسان جو بھی علم حاصل کرتا ہے اس میں یقین کا ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ علم اگر یقین سے خالی ہو تو حلق سے نیچے نہیں اترتا، صرف معلومات کا ذخیرہ بنا رہتا ہے، اور انسان کو یقین نہ ہونے کی وجہ سے یا تو اس علم کے خلاف عمل کرتا ہے یا شک میں مبتلا رہتا ہے۔

مثلاً مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور

اللہ ہی رب ہے، اللہ ہی رزّاق ہے، سب کو روزی وہی اکیلا دیتا ہے، سب کی ضرورتیں وہی اکیلا پوری کرتا ہے، مگر ایمان کا دعویٰ کرنے والے قرآن مجید کا یہ علم رکھنے والے علم رکھ کر بھی مخلوقات سے حاجتیں مانگتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں، بیماریوں سے نجات مانگتے ہیں، مشکل کشا' حاجت روا اور دافعِ بلیّات مخلوقات کو بھی سمجھتے ہیں، یا غوث المدد، یا علی المدد، یا خواجہ المدد کہہ کر مخلوق سے مدد مانگتے ہیں، وہ جانتے، علم رکھتے ہیں اور زبان سے کہتے بھی ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت اللہ کی مرضی کے بغیر نہ نفع پہنچا سکتی ہے' نہ نقصان اور نہ مدد کر سکتی ہے، پھر بھی انسان مسلمان ہوتے ہوئے مخلوقات کو بھی ضرورتیں پوری کرنے والا سمجھ کر قرآن مجید کا علم رکھ کر انہی سے رجوع ہوتا ہے تو ایمان والوں کی یہ حالت دیکھ کر کہنا پڑے گا کہ اس انسان کو قرآن کا علم تو ہے مگر کلام الٰہی پر یقین نہیں ہے، اللہ پر یقین نہیں ہے، یہ صرف کلام مجید کو پڑھ کر علم الیقین کے ذریعہ معلومات تو رکھتا ہے مگر یقین کی کیفیت سے خالی ہے۔

انسان آخرت کا علم رکھ کر رب چاہی زندگی کے خلاف مَن چاہی زندگی گذارے اور آخرت سے بالکل غافل بن کر دنیا کے فائدوں کی خاطر اسلامی احکام کو توڑے اور دنیا چمکانے اور حاصل کرنے کے لئے نفس ہی کی خواہشات پوری کرنے میں لگا رہے، نیکی کو نیکی جان کر نیکی سے منہ موڑ کر گناہوں کی لذت میں مبتلا رہے تو دیکھنے والے کہیں گے کہ اس شخص کو آخرت کا علم تو ہے مگر یقین نہیں۔

سرسری معلومات کی حد تک علم حاصل کرنے سے یقین پیدا نہیں ہوتا

انسان دنیا میں کچھ علم سطحی' سرسری اور قانونی طور پر ضابطے کی خانہ پوری کرنے کے لئے معلومات اور نالج میں اضافہ کے لئے رٹ کر حاصل کر لیتا ہے، یا لکچر اور تقاریر سے جو علم حاصل کرتا ہے وہ زیادہ تر یقین سے خالی ہوتا ہے، اس کا دل مطمئن نہیں رہتا، ایک کان سے سنتا اور دوسرے کان سے چھوڑ دیتا ہے، بات اس کے دل میں نہیں اُترتی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ گہرائی اور سمجھ بوجھ اور چیزوں پر ریسرچ کر کے غور و فکر کے ساتھ اسلام اور غیر اسلام کا جو علم حاصل کرتا ہے اس کی وجہ سے وہ علم اس کے دل و دماغ

میں رچ بس کر حق الیقین بن جاتا ہے، اسلام کی سچائی اس کے دل میں مضبوط جڑیں پیدا کر دیتی ہے، منفی اور مثبت تعلیم دینے سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے۔

دنیا میں تھیوری کے ساتھ ساتھ پراکٹیکل بھی کروایا جاتا ہے

دنیا کی تعلیم میں اللہ نے انسانوں کو دنیا کے علم میں یقین پیدا کرنے کے لئے یہ توفیق دیا ہے کہ وہ ہر چیز کو تھیوری کے ساتھ شکل وصورت اور نقشے وتصاویر بنا کر اس چیز کی حقیقت سمجھائے، ہر چیز پراکٹیکل بھی کروائی جاتی ہے، چنانچہ زولوجی اور باٹنی کے علم میں جانداروں اور درختوں کے علم کو صرف تھیوری یعنی کتابوں سے ہی نہیں پڑھوایا جاتا ہے بلکہ یقین پیدا کرنے ان کی تصاویر اتار کر ان کے علاحدہ علاحدہ حصوں کو اور ان کے کاموں کو سمجھایا جاتا ہے، LKG اور UKG میں بچوں کو مختلف چیزوں کے ناموں کے ساتھ تصاویر بنا کر یقین پیدا کیا جاتا ہے، تبھی بے شعور بچہ حق الیقین کے ساتھ اس چیز کو پہچان کر بلّی ، کتّا اور شیر کہتا ہے، کبھی بلّی کو چوہا نہیں کہتا بلکہ یقین کے ساتھ بلّی ہی کہتا ہے۔

اسی طرح دنیا کو سمجھانے کے لئے دنیا کا نقشہ گلوب کی شکل میں یا کاغذ پر ہر ملک کے نقشے کہاں کہاں اور کس ملک کے بازو ہیں ، اور زمین میں کہاں کہاں سمندر ہیں' کہاں ریگستان اور پہاڑ ہیں' نقشوں سے سمجھایا جاتا ہے، اس سے انسان یقین پیدا کر کے اپنے ہوائی جہاز' پانی کے جہاز یا ٹرکس یا دیگر سواریوں کے ذریعہ سفر کرتا ہے، اسی طرح بچوں کو حساب سکھانے کے لئے مثالوں کے ذریعہ حساب کے مسئلوں کو حل کرنے کا طریقہ رکھا گیا۔

اگر آپ غور کریں گے تو میڈیسن پڑھنے والوں کو ایک سال تھیوری پڑھا کر پھر تھیوری کے ساتھ ساتھ ایک لاش چیر کر جسم کے اندر کے اعضاء کا پورا نظام سمجھایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے میڈیسن پڑھنے والے کئی سال کتابوں سے علم حاصل کر کے اس علم پر حق الیقین کی کیفیت پیدا کر لیتے ہیں، اور بعد میں پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ ڈاکٹر بن کر کسی انسان کا جسم کھول کر آپریشن کرتے ہیں اور مکمل علاج کرتے ہیں، اگر صرف کتابوں کے ذریعہ ہی پڑھایا جاتا تو انسان ڈاکٹر بننے میں مہارت حاصل نہ کرتے تھے،

جسم کے اعضاء کا مشاہدہ کروانے سے علم میں مضبوطی آتی ہے اور حق الیقین پیدا ہوتا ہے۔

ایمان میں یقین نہیں تو وہ ایمان نہیں کہلاتا

اسلام انسانوں کو تاکید کیا ہے کہ وہ ایمان لائیں اور شک سے پاک رہ کر اپنے اندر اللہ پر اور اللہ کے کلام پر حق الیقین پیدا کر کے اعمال صالحہ اختیار کریں، ایمان پیدا ہوتا ہے یقین سے اور یقین نہ ہو تو وہ ایمان' ایمان نہیں کہلاتا، اس لئے دنیا میں اللہ کو بغیر دیکھے حق الیقین کے درجہ میں حاضر و ناظر جان کر زندہ خدا کی حیثیت سے ایمان لانا ہوگا۔

دوسری قومیں اللہ کو مانتی ضرور ہیں مگر اللہ کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے وہ اللہ کو اس کی صفات کے ساتھ نہیں مانتیں، اور مخلوقات ہی کو قدرت و کمالات والا سمجھتی ہیں اور اللہ کو برائے نام مانتے ہوئے مخلوقات ہی سے رجوع ہوتی ہیں، اس لئے ان کا اللہ کو ماننا یقین کی حقیقت سے خالی ہے اور ان کا ایمان' ایمان نہیں کہلاتا۔

اللہ نے انسانوں میں یقین پیدا کروانے کے لئے اپنی قدرت کا اظہار آفاق و انفس میں صفات کے ذریعہ کیا

اللہ نے انسانوں میں قرآن مجید پر حق الیقین پیدا کروانے کے لئے اپنی قدرت کا اظہار آفاق و انفس میں مختلف صفات کے ذریعہ کیا ہے، تاکہ انسان کائنات کی مخلوقات میں غور و فکر کر کے کلام الٰہی پر حق الیقین پیدا کر لے، جس طرح کسی راستے میں صحیح اور اصل چیز کے نظر نہ آنے پر راستوں کی نشاندہی کے لئے مختلف مقامات پر سائن بورڈ لگائے جاتے ہیں تاکہ انسان سفر میں گمراہ نہ ہو اور نقصان نہ اٹھائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے نظر نہ آکر اپنی صحیح پہچان اور معرفت دینے کے لئے دنیا میں صفاتِ الٰہی کے ذریعہ سائن بورڈ ظاہر کیا ہے تاکہ انسان بھٹکنے نہ پائے۔

مگر ہماری دینی تعلیم کے طریقہ کار میں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ صرف آیات پڑھا کر الفاظ زبان سے رٹ کرا ادا کر دئے جاتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ان کا معنیٰ و مفہوم ظاہری طور پر سمجھا دئے جاتے ہیں، کبھی بھی آفاق و انفس میں غور و فکر کروا کر اللہ کی قدرت

اور صفات کو نہیں سمجھایا جاتا، خالص بس اللہ کو ایک ماننے، نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، پردہ کرنے، جھوٹ نہ بولنے، وضوٗ غسل اور طہارت کی تلقین کی جاتی ہے، نہ کائنات میں تدبرو تفکر کرنا سکھایا جاتا ہے، اکثر علماء حضرات اور درس دینے والوں کی تمام تقاریر، وعظ و نصیحت اور تقریباً لٹریچر آفاق وانفس کے تذکروں اور صفاتِ الٰہی کی تفصیل سے خالی ہیں، ان کی جگہ زیادہ تر بزرگوں کے قصے اور ان کی بڑائی وتعریف بیان کی جاتی ہے، جبکہ قرآن مجید مختلف مقامات پر اطاعت وبندگی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آفاق وانفس کے تذکرے کرتا ہے اور اللہ کی صفات سمجھاتا ہے، تاکہ انسان کلامِ الٰہی پر اپنے علم الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین پیدا کرکے دل سے محبت کے ساتھ اطاعت وبندگی کرے۔

علم الیقین اور عین الیقین مل کر حق الیقین بنتا ہے

علم الیقین + عین الیقین = حق الیقین

دنیا کی تمام چیزوں میں انسان جب علم الیقین نقشوں‘ تصاویر اور اعضاء کو دیکھنے‘ ان کے کاموں کو سمجھنے کے بعد اس کا علم الیقین مشاہدے کے بعد عین الیقین بن جاتا ہے اور یہ دونوں مل کر انسان میں حق الیقین پیدا کردیتے ہیں، اگر آپ کبھی زہر نہیں کھائے ہیں اور آپ کو کتابوں یا تقاریر سے علم الیقین ملا ہے کہ زہر کھانے سے موت واقع ہوجاتی ہے اور آپ کسی انسان کو زہر سے مرتے دیکھنے پر عین الیقین حاصل کرلیتے ہیں، تو زہر سے مرنے کا علم آپ کے لئے حق الیقین بن جاتا ہے، جبکہ آپ زہر کبھی نہیں کھائے، اگر کوئی دس لاکھ روپے بھی دینے کا پیشکش کرے تب بھی آپ زہر کھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

جب دنیا میں سانپ کے زہر‘ آگ‘ پانی اور بجلی سے مرنے کا حق الیقین‘ علم الیقین اور عین الیقین سے حاصل ہورہا ہے، تو اللہ کے کلام پر حق الیقین کیوں پیدا نہیں ہورہا ہے؟ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جس راستے سے کلام الٰہی پر یقین کی کیفیت پیدا ہوسکتی ہے اس راستے کی تعلیم نہیں دی جارہی ہے، انسان کلام الٰہی کے الفاظ اور ایمانی کلمات بغیر سمجھے قانونی طور پر رٹ لیتا ہے، اور اس پر ساری محنت‘ اعمال اور مسائل کا علم سکھانے پر کی جاتی

ہے، کبھی اللہ کی قدرت پر غور وفکر نہیں کروایا جاتا ہے اور نہ کلام الٰہی پر یقین پیدا کرنے کے طریقے سمجھائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان کا علم صرف علم الیقین کی حد تک ہی ہو کر رہ گیا ہے، ماں باپ' استاد اور معاشرہ سب لوگ کہہ رہے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، اس لئے ہر کلمہ گو مسلمان قرآن مجید کو تقلیدی طور پر اللہ کی کتاب مانتا ہے، یقین کے ساتھ شعوری اور حقیقی طور پر مان لے تو زندگی میں انقلاب پیدا ہو جائے گا۔

معرفت الٰہی کا نام ہی اصل ایمان ہے

معرفت الٰہی سے ہی یقین پیدا ہوتا ہے، اگر انسان کلمہ پڑھ کر معرفت الٰہی نہ رکھے تو اس میں یقین کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، اور وہ یقین سے خالی رہنے کی وجہ سے رسمی انداز پر یا ماحول ومعاشرہ کے اثر سے اسلام پر چلتا ہے، جیسے ہی ماحول اور معاشرہ سے ہٹا پھر اسلام سے ہٹ جاتا ہے، جس کی مثال ہم ہر سال رمضان کے مہینہ میں دیکھتے ہیں، یا انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کی دینداری ختم ہو جاتی ہے، انسان کو پیدا کیا گیا ہے اللہ کو پہچان کر عبدیت و بندگی کرنے کے لئے اور یہ پہچان صفات کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، اسی پہچان سے توحید خالص آتی ہے، شرک سے دور رہ سکتے ہیں، اگر انسان میں اللہ پر' کتابوں پر' پیغمبروں پر' آخرت پر اور تقدیر پر حق الیقین پیدا ہو جائے تو وہ شعوری وحقیقی ایمان والا بن جاتا ہے اور انسان کی زندگی اللہ کی کتاب کے مطابق بن جاتی ہے، صحابہ کرامؓ کو یہی حق الیقین حاصل تھا، حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر جنت و دوزخ میرے سامنے آجائیں تو بھی میرے اس یقین میں رتّی برابر اضافہ نہ ہوگا جو آج ہے۔

عام انسانوں کے لئے کائنات میں اللہ کی قدرت کو سمجھا کر کلام الٰہی پر ایمان میں یقین پیدا کرنے کا طریقہ رکھا گیا

قرآن مجید قول الٰہی ہے، جو علم الیقین کے ذریعہ علم انسانوں کو دیا گیا ہے، اور کائنات فعلِ الٰہی ہے جس سے عین الیقین کے ذریعہ قدرت کا مشاہدہ کروایا گیا۔

کائنات میں اللہ کی قدرت اور صفات میں غور وفکر کروا کر کلام الٰہی پر یقین پیدا

کرنے کے لئے فعل الٰہی کو سمجھایا گیا ہے جو عین الیقین کے درجہ میں علم دیتا ہے، عام طور پر غیر مسلموں کو آفاق اور انفس میں غور و فکر کروا کر ہی اللہ کی قدرت اور اسلام کی سچائی سمجھائی جاتی ہے، مگر مسلمانوں کو آفاق و انفس میں غور و فکر نہیں کروایا جاتا، اللہ چونکہ ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتا اس لئے قرآن مجید پر حق الیقین پیدا کرنے کے لئے فعل الٰہی کو مسلمانوں کو بھی سمجھایا جائے، تاکہ مسلمان قرآن کی تلاوت سے علم الیقین حاصل کرے اور پھر کائنات کی مخلوقات میں غور و فکر کر کے عین الیقین کی مدد سے اپنے اندر حق الیقین پیدا کرے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا تو صرف احکام ہی نازل کر سکتا تھا، لیکن اس نے احکام کے ساتھ ساتھ کائنات میں اپنی قدرت اور کاموں کو کیوں سمجھایا ہے، اس لئے کہ انسان قولِ الٰہی کی تلاوت کر کے فعل الٰہی میں غور و فکر کریں اور کلام الٰہی پر حق الیقین پیدا کریں، فعل الٰہی اللہ کو پہچاننے کا پراکٹیکل ہے، اسی میں غور و فکر سے کلام الٰہی میں عین الیقین سے حق الیقین پیدا ہو سکتا ہے، ورنہ اللہ صرف اپنے احکام اور قانون بیان کر کے اطاعت و بندگی کا حکم دے سکتا تھا، اگر انسان فعل الٰہی میں غور نہ کرے تو کلام الٰہی کو علم الیقین ہی کی حد تک مان کر زندگی گذار لیتا ہے، مگر مسلمانوں کی کثیر تعداد قرآن مجید کو تقلیدی طور پر اللہ کا کلام مانتی ہے اور کائنات کی چیزوں میں اللہ کی قدرت کو سمجھنے کی محنت ہی نہیں کرتی، وہ نام جو اللہ کی پہچان اور اس کی قدرت کو سمجھانے کے لئے دنیا میں نازل کئے گئے، ان کو برکت کے طور پر صرف طغروں میں لگائے رکھتے ہیں یا انگلیوں پر ثواب حاصل کرنے کے لئے ورد کرتے ہیں، جن ناموں سے اللہ کی پہچان حاصل ہو سکتی ہے اور جن سے اللہ کی قدرت کو سمجھا اور ان پر یقین پیدا کیا جا سکتا ہے ان ناموں کو سمجھنے اور سمجھانے کی محنت ہی نہیں، غور کیجئے کہ پھر کیسے ہم میں یقین پیدا ہوگا۔

اگر معرفت الٰہی کے بغیر ایمانی کلمات یا کلام الٰہی کو سمجھایا جائے یا اُسے مسائل اور اعمال کی کتاب سمجھا جائے تو غیر شعوری طور پر انسان ایمان تو قبول کر لے گا اور کلام الٰہی کو علم الیقین کی حد تک اللہ کا کلام مانے گا، اور ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود شرکیہ عقائد

واعمال میں گرفتار ہو جائے گا، صرف جسم کے نام سے مسلمان ہوتے ہوئے مخلوقات کو بھی اپنی ضرورتیں پوری کرنے والا سمجھے گا اور کتابِ الٰہی کا علم معلومات کی حد تک رکھتے ہوئے بے عملی کی زندگی گذارے گا، بہت زمانے سے مسلمانوں کی کثیر تعداد شرک میں اسی لئے مبتلا ہے، ان کو معرفت الٰہی کے بغیر اللہ کی صفات سمجھائے بغیر علم الیقین دیا گیا، اور حق الیقین سے محروم رکھا گیا، نجات تو انشاء اللہ علم الیقین پر ہو جائے گی مگر انسان درجات سے محروم رہ سکتا ہے۔

قرآن مجید میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے مخلوقات کی مثالیں دی گئیں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں عام انسانوں کو حق الیقین پیدا کرنے کے لئے تقریباً ساڑھے سات سو آیات میں آفاق وانفس میں اپنی قدرت کو مختلف صفات اور کاموں کے ذریعہ سمجھایا ہے تاکہ ان مثالوں کی مدد سے انسان کائنات میں سائنس کی ترقی سے مزید غور وفکر کر کے قرآنی علوم پر حق الیقین پیدا کرے، تلاوت کے ساتھ ساتھ آنکھیں کھول کر دماغ کا صحیح استعمال کر کے عقل و ہوش صحیح رکھ کر کائنات میں اللہ کی قدرت پر غور کرے، اندھے اور بہرے بن کر اللہ کی آیات سننے سمجھنے سے منع کیا ہے، اور بہت سارے مقامات پر تلاوتِ قرآن کے ساتھ ساتھ **تَعۡقِلُوۡن، تَتَفَكَّرُوۡن** اور **تَتَدَبَّرُوۡن** کے الفاظ سے غور وفکر کی تاکید کی گئی، مثلاً

إِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ اللَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لآیَاتٍ لِّأُوۡلِی الأَلۡبَابِ O (آل عمران: ۱۹۰) آسمانوں وزمین کی تخلیق اور رات ودن کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

انسانوں کو آفاق وانفس میں غور وفکر محض قرآن مجید میں باقاعدہ کلام الٰہی پر حق الیقین پیدا کرنے کے لئے سمجھایا گیا ہے' صرف تلاوت کے لئے نہیں بیان کیا، اللہ چاہتا ہے کہ انسان پوری بصیرت اور سمجھ بوجھ کے ساتھ' آنکھیں کھول کر اللہ کو پہچانے' مانے اور دل کی چاہت سے اطاعت و بندگی کرے، مگر ہمارے طریقہ تعلیم میں زیادہ تر مسائل واعمال کی

تعلیم ہے، آفاق وانفس کے تذکرے نہیں ہیں، اور کائنات میں غور وفکر کا طریقہ میلوں دور ہے، اس لئے انسانوں میں کلام الٰہی کا حق الیقین پیدا کرنے کے لئے ہمیں تعلیم کے طریقۂ کار میں قرآنی اسلوب کو اختیار کرکے دینی تعلیم دینا چاہئے، صرف مسائل اور اعمال کی تعلیم سے یقین کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، عوام کو کائنات میں غور وفکر کا عادی بنانا ہوگا۔

قرآن مجید نے سورۂ بقرہ میں دو واقعات بیان کر کے حق الیقین کی تعلیم دی

(ا) آیت ۲۵۹: ایک بزرگ کا گذر ایسی بستی پر سے ہوا جو اجڑی پڑی تھی، جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی، اس نے کہا: ’’بھلا اللہ اس کو اس کے فناء ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اس شخص کو سو سال کی موت دے دی، پھر اس کو اٹھایا، پوچھا: ’’کتنی مدت اس حال میں رہے؟ اس شخص نے کہا: ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ، اللہ تعالی نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم پورے سو سال اس حال میں رہے، اب تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو، ان میں سے کوئی چیز سڑی تک نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھو کہ ہم اس کو کس طرح زندہ کرتے ہیں، تاکہ تمہیں اٹھائے جانے پر یقین ہو، تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ کس طرح ہم ان کا ڈھانچہ کھڑا کرتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پس جب اس پر حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی تو وہ پکار اُٹھا کہ میں مانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۶۰ میں ارشاد فرمایا: اور یاد کرو اس وقت کو جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے دکھادے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے؟ فرمایا: کیا تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے؟ انہوں نے کہا: ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل پوری طرح مطمئن ہو جائے، اللہ نے فرمایا: تو تم چار پرندے لو اور ان کو اپنے سے گھلا ملا لو، پھر ان کو ٹکڑے کرکے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو، پھر ان کو بلاؤ، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

تدبر قرآن کے مفسر نے اس آیت سے پہلے والی آیت: ۲۵۹ کے تحت بیان کیا کہ

اس میں ایک ایسے مومن بندہ کا ذکر ہے جو ایمان سے بہرہ ور تھا، لیکن وہ اپنے اطمینانِ قلب اور یقین کا طالب تھا، جس کو حق الیقین کہتے ہیں، دوسرے الفاظ میں نفس مطمئنہ بھی کہتے ہیں، اور مطمئنہ کو قرآن کریم نے شرح صدر کے لفظ سے بھی تعبیر کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہا گیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ. کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے نہیں کھول دیا۔

اس بزرگ کا یہ سوال کہ اس بستی اور اس کے باشندوں کو اللہ اس طرح فناء ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا؟ ان کا یہ سوال انکارِ ایمان کی نوعیت کا نہیں تھا؛ بلکہ اظہارِ حیرت کی نوعیت کا تھا، انسان بسا اوقات ایک چیز کو ماننا ضرور ہے لیکن وہ بات خود ایسی حیران کن ہوتی ہے کہ اس کے متعلق دل میں بار بار یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ کیسے واقع ہوگی، یہ سوال انکار کے جذبہ سے نہیں بلکہ جستجوئے حقیقت کی وجہ سے ابھرتا ہے، اور ایسے واقعات میں زیادہ زور سے ابھرتا ہے جب سامنے کوئی ایسا منظر آجائے جو اندرون کو جھنجھوڑ دینے والا ہو، یہ حالت ایمان کے منافی نہیں بلکہ ایمان کے تقاضوں میں سے ہے، یہ حالت اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کے نور سے قلب و نظر پیاس نہ بجھالیں، اللہ نے انسان کی فطرت بھی ایسی بنائی کہ جس چیز کا مشاہدہ نہ ہو جو اس کے عقل وگمان میں غیر فطری ہو، خواہ وہ کتنا ہی یقینی ہو اس میں اس کے خیالات منتشر رہتے ہیں کہ یہ کیسے اور کس طرح ہوگا، انسان اس کی کیفیات کی کھوج لگانے کی فکر میں ڈوبا رہتا ہے، یہ ذہنی انتشار عام انسان کو سکونِ قلب اور اطمینان میں خلل انداز ہوتا رہتا ہے۔

بزرگ کا اس سوال کا مقصد حق الیقین کی طلب تھی، یہ ایمان کے منافی نہیں بلکہ ایمان کے مدارج و مقامات میں سے ہے، یقین کے مختلف مدارج ہیں، اس لئے کہ کوئی سطحی طور پر یقین رکھتا ہے اور کوئی گہرائی اور شعور کے ساتھ یقین پیدا کرنا چاہتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام تو ایمان و یقین کے بلند ترین مدارج پر فائز ہوتے ہیں، وہ روز اول ہی سے حق الیقین ہی سے بہرہ ور ہوتے ہیں، ان کو اپنی دعوت میں طاقتور طریقہ

اختیار کرنے کے لئے مشاہدے کروائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ان کے سامنے کھلے طور پر ظاہر کرتا ہے، ان کو آسمان وزمین کے نظامِ حکومت (ملکوت) کا مشاہدہ کرایا گیا، ان کو جنت ودوزخ آنکھوں سے دکھائے گئے اور بعث بعد الموت میں جزا اور سزا کا ان کے سامنے مظاہرہ کر کے دکھایا گیا، جیسے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں مشاہدہ کروایا، اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو منصب نبوت پر فائز ہوتے ہی ایمان بالشہادہ کی نعمت عطا فرماتا ہے، یہ نعمت انہی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے، اس قسم کے مشاہدات انبیاء علیہم السلام کو اس لئے بھی کرائے جاتے ہیں کہ ان کی تربیت ہو اور وہ اس بارِ عظیم کے اٹھانے کے لئے پوری طرح اہل ہو جائیں، حضرات انبیاء علیہم السلام ایمان کے بلند ترین مدارج پر فائز ہوتے ہیں، اور اس میں اضافہ کے لئے وہ برابر دعائیں کرتے ہیں، ان کے نزدیک اللہ کے کسی کام پر انکار اور شک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال سے بھی دراصل اللہ کی صفت دوبارہ زندہ کرنے کے راز سے واقف ہونے کی خواہش تھی، یہ گویا ان کے دل میں شوق حقیقت کو جاننے کا تھا کہ وہ اللہ کی صفت کے راز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، یہ سوال ایمان کی تقویت کی درخواست بھی نہیں تھی، انہوں نے چاہا کہ اللہ کی قدرت کو آنکھوں سے دیکھ لیں۔

ان کی اس خواہش پر اللہ نے چار پرندوں کو پال کر مانوس کر کے ذبح کرنے اور ان کے ٹکڑوں کو ملا کر چار طرف پہاڑوں پر رکھنے کا ذاتی مشاہدہ کروایا، پھر آواز دے کر ان کو بلانے کو کہا، اس طرح وہ دوبارہ زندہ ہو کر صحیح سلامت جسم کے ساتھ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے، اس سے ان کو اطمینانِ قلب اور شرح صدر کی دولت حاصل ہو گئی، یہ خواہش بھی اسی طرح کی ایک خواہش تھی جس طرح کی خواہش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے پیدا ہوئی تھی، اس خواہش کی وجہ یہ نہیں تھی کہ نعوذ باللہ حضرت ابراہیمؑ کو قیامت کا اعتقاد نہیں تھا، حضرت علیؓ جو پیغمبر نہیں امتی وصحابی ہیں، ان کے نزدیک آخرت کا حق الیقین جب بے انتہاء مضبوط تھا تو حضرت ابراہیمؑ تو پیغمبر ہیں، بھلا

وہ کیسے شک میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

انسان بہت ساری چیزوں کو ماننے کے باوجود شرح صدر اور اطمینانِ قلب کا آرزومند ہی رہتا ہے، یہ آرزو انبیاء علیہم السلام کی شان کے خلاف نہیں، یہ تشنگی تو اس وقت دور ہوگی جب اسباب کے تمام پردے بیچ سے ہٹا دئے جائیں اور اصل حقیقت کو بے نقاب کیا جائے۔عام انسانوں کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ وہ پیغمبر اور کتاب کی بات پر حق الیقین پیدا کر کے ایمان بالغیب ہی لانا لازمی اور ضروری ہے ان کو اللہ تعالیٰ آخرت میں مشاہدہ کروائے گا۔

عوام الناس کے لئے مفسرین نے ایمان اور اطمینان میں یہ فرق بتلایا کہ ایمان اختیاری یقین کا نام ہے' جو انسان کو رسول کے اعتماد پر کسی غیب کی بات کے متعلق حاصل ہو جائے اور اطمینان سکونِ قلب کا نام ہے، بعض اوقات نظروں سے غائب کسی چیز پر یقین کامل تو ہوتا ہے مگر قلب کو سکون اس لئے نہیں ہوتا کہ اس کی کیفیات کا علم نہیں ہوتا، یہ سکون صرف مشاہدہ سے حاصل ہوسکتا ہے، اس لئے جہاں تک اطمینان کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ عام انسانوں کے لئے اپنی قدرت کے نمونے کائنات کی مخلوقات میں کھلے طور پر رکھا ہے، اور انسانوں کو تعلیم دیا کہ وہ قرآن مجید کی آیات پر ایمان بالغیب میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے آفاق و انفس میں غور و فکر کریں، یہی ان کے لئے ایمان میں حق الیقین پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، جس طرح ڈاکٹر لاش کو چیر کر اعضاء کا فنکشن دیکھ کر یقین حاصل کرتے ہیں۔

چنانچہ پیغمبروں کو پیغمبروں کے مقام کے لحاظ سے، اور عوام کو عوام کے مقام کے لحاظ سے حق الیقین اور اطمینان حاصل کرنے کا طریقہ رکھا، وہ عام بندوں کو بھی آخرت سے پہلے دنیا میں مخلوقات میں اپنی قدرت کے مشاہدے کروانے کا طریقہ رکھا تا کہ انسان اس کی قدرت کو سمجھنے سے محروم نہ رہے۔

عام انسانوں کی یہ کمزوری ہے کہ وہ اللہ کی قدرت اور کاموں کو اپنی حیثیت پر قیاس کرتا ہے، اور اللہ کے کاموں کو اپنی صلاحیتوں کی طرح سمجھتا ہے اور ہر چیز پر وہ دنیا کے قانونِ

فطرت ہی کے تحت سوچتا ہے، اور اپنے دل کو مطمئن نہیں کر پاتا، وہ اپنے اطراف مخلوقات میں غور و فکر نہیں کرتا، وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے قانون فطرت اور نیچر کے مطابق اسباب کا پابند نہیں، فطرت اور نیچر بھی اسی کا بنایا ہوا قانون ہے، ہر چیز اس کے حکم کی پابند اور غلام ہے۔

بزرگ کے واقعہ میں اللہ نے یہ سمجھایا کہ ایک ہی مقام ایک ہی حالت میں ایک شئے گدھے کا جسم سڑ گل جاتا ہے اور دوسری شئے کھانا سو سالوں تک سڑھنے سے محفوظ اور تازہ رہتا ہے، اس میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ چاہے تو کسی چیز کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جانے کے بعد بھی گدھے کو زندگی بخشے اور غذاء کو تمام فطری قوانین سے سو برس تک بالاتر بھی رکھ سکتا ہے، اس نے اصحاب کہف کو ۳۰۰ رسال نیند دے کر اسی حالت میں زندہ رکھنے کی مثال بھی دی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پرندوں کو زندگی سے محروم کر کے پھر دوبارہ زندہ ہو کر رواں دواں دوڑتے ہوئے چلے آنے کو سمجھایا کہ قیامت کے دن صور پھونکنے پر تمام مخلوقات ہر سمت سے حشر کے میدان میں دوبارہ زندہ ہو کر اسی طرح دوڑتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف آئیں گی۔

عام انسان کو حق الیقین پیدا کروانے اس نے دنیا میں کسی کو ماں باپ کے ذریعہ کسی کو صرف ماں کے ذریعہ اور کسی کو بغیر ماں باپ کے پرورش کرتا ہے، اور انسان و جن کے علاوہ باقی مخلوقات کو بغیر استاد بغیر کتاب' بغیر اسکول اور مدرسہ کے فطری ہدایت دے کر پیدا کرتا ہے، وہ اگر چاہے تو کسی کو گوشت کھلا کر، کسی کو گھاس کھلا کر اور کسی کو دانہ چنا کھلا کر کسی کو گندگی کھلا کر' کسی کو صرف خون چمگادڑ کو خون پلا کر دودھ نکالتا ہے، وہ اگر چاہے تو پانی کو رس بنا دے، شہد بنا دے، پٹرول بنا دے، زہر بنا دے، بخارات بنا دے، تیل بنا دے، برف بنا دے، کھارا' کڑوا یا میٹھا بنا دے یا خون بنا دے، سورج اور چاند کو عین چمکنے کے وقت بے نور کر دے، سانپ کو زندہ رکھتے ہوئے جسم کی پوری کھال تبدیل کر دے، گرگٹ کو درختوں کے لحاظ سے رنگ بدلنے کی صلاحیت دے دے، ایک ہی ہوا' ایک ہی پانی'

ایک ہی زمین سے رنگ برنگ کے پھول، پھل، غلہ واناج نکالتا ہے، کسی کو رس دار، کسی کو مغز دار اور کسی کو سخت بنایا، پھر ان کے مزے' خوشبو اور صفات الگ الگ رکھتا ہے۔

انسان کو حق الیقین پیدا کرنے کے لئے یہ سوچنا اور غور کرنا چاہئے کہ انسان اور سارے جانداروں کا وجود ساری دنیا میں بکھرے ہوئے اجزاء وزارت کا مجموعہ ہے جو ہوا' پانی اور غذاؤں میں چھپا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جانداروں کے نطفہ کو کہیں کا پانی' کہیں کی ہوا' آکسیجن اور کہیں کا غلہ اناج' ترکاریاں اور پھل کھلا کر ان کے رس سے جانداروں کے جسموں میں کیلشیم' گلوکوز' میگنیشیم' پوٹاشیم' امونیا' آئرن' پروٹین' چربی' وٹامن' آیوڈین' آکسیجن' کاربن ڈائی آکسائیڈ اور مختلف دھاتیں' ان غذاؤں سے پیدا کرتا ہے، ان تمام مردہ چیزوں میں سے کسی میں بھی اعضاء بنانے آنکھ' کان' دل' دماغ' ناک' ہاتھ اور گردے بنانے' خون' ہڈی' چمڑا' رگیں اور گوشت بنانے کی صلاحیت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ غذاؤں کے رس سے نطفہ بناتا ہے جس میں جاندار کا پورا ڈاٹا محفوظ کر دیتا ہے کہ جاندار کی شکل وصورت' رنگ' قد' جسم' صفات' عادات' آواز وغیرہ کیسے ہوں، جس کی وجہ سے وہ نطفہ اپنی جنس کی مکمل شکل اختیار کرتا ہے، اور رحم کی اندھیری کوٹھری میں پانی پر جاندار کی تصویر بناتا ہے، اور لاکھوں جانداروں کو بغیر سانچے اور مشین کے ماں کے رحم اور انڈوں میں تخلیق کرتا ہے، انڈوں میں پرندے کا پورا ڈاٹا رکھتا ہے، وہ یہ عمل ہر روز کرتا رہتا ہے، پھر اپنی تخلیق سے نطفہ کو نر اور مادہ، عورت ومرد بناتا ہے، مردہ بیج میں درخت اور پودوں کا پورا ڈاٹا محفوظ کرتا ہے' کہ ان کے پتے کیسے ہوں' پھول اور پھل کیسے ہوں' ان کا قد کتنا ہو، ان سے کتنے بیج نکلیں گے، ان کے پھلوں' پتوں کی صفات کیا کیا ہوں' درخت کی شکل وصورت کیسی ہو، جانداروں کے نطفہ کو ترقی دے کر بھاگتا دوڑتا' بات کرتا' سوچتا اور سمجھتا بناتا ہے، پرندوں کے انڈوں میں تو ماں باپ سے الگ رکھ کر بغیر مشین کے بچے پیدا کرتا ہے، جس میں اندر جانے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہوتا ہے، پہلے دن کے انڈے سے نر اور دوسرے دن کے انڈے سے مادہ پیدا کرتا ہے، پرندوں کے انڈوں سے بچے نکلنے پر کسی کو بغیر تربیت کے

تیراتا ہے، کسی کو اُڑنا سکھاتا ہے، کسی کو دوڑنے اور چلنے کے قابل بناتا ہے، دودھ پینے والے بچوں کو فوراً ماں کے پیٹ سے نپل منہ میں لے کر چوسنا سکھاتا ہے، اگر چاول اور انگور کے کھیت بازو بازو ہوں اور دنوں کو سورج کی روشنی اور گرمی ملتی ہے تو ایک ہی گرمی سے انگور کے سخت مغز کو پانی بنادیتا ہے اور چاول کے دھان میں پانی کو اسی گرمی سے سخت بنا دیتا ہے، ایک ہی گرمی سے کسی کو نرم اور کسی کو سخت بناتا ہے، اگر انسان اس طرح غور وفکر کرتا رہے تو اس کے ایمان میں حق الیقین پیدا ہوگا۔

ایمان میں یقین کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے
ہماری کتاب تعلیم الایمان کے حصے بچوں کو اس طرح سمجھانا ہوگا

اسی میں سے چند مثالیں آپ کو سمجھائی جارہی ہیں تاکہ آپ ان کو خود سمجھیں اور بچوں میں یقین پیدا کرنے کی محنت کریں، یہ مثالیں بچوں کی نفسیات پر دی گئی ہیں۔

☆ عام طور پر بچوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کو کھانا اور دودھ کون دیتے ہیں؟ بچے کہتے ہیں کہ امی دیتی ہیں، اس پر بچے کو توحید سمجھانے کے لئے یہ تعلیم دیتے ہیں کہ بیٹا کھانا' دودھ اور پھل وغیرہ سب اللہ تعالیٰ دیتے ہیں، بچہ کو مشاہدہ یہ بتلاتا ہے کہ کھانا اور دودھ امی دے رہی ہیں، زبردستی ماں باپ یا استاد کے کہنے، وعظ ونصیحت کی وجہ سے وہ غیر شعوری طور پر اقرار کرتا ہے کہ کھانا کھلانے والا اللہ ہے، ماں باپ کے کہنے سے بچے میں علم الیقین آجاتا ہے کہ کھانا اللہ دیتا ہے، بچے میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے سمجھایئے کہ بیٹا غور کرو اللہ ہمیں کھانا' پھل' ترکاریاں اور غلہ واناج کیسے دیتا ہے؟

☆ اس نے آسمان بنایا، زمین بنائی اور زمین پر بڑے بڑے سمندر اور پہاڑ رکھے، پھر ہواؤں سے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنا کر اُڑاتا ہے، بادل بناتا ہے، پھر مردہ زمین کو زندگی دیتا ہے، اور انسان کو زمین پر زراعت کرنے کا طریقہ سکھایا ہے، پودے' درخت اور باغات لگانے کا طریقہ سکھایا، بیج پیدا کیا، ان سے پودے اور درخت اگاتا ہے، پھر ان پودوں اور درختوں سے غلہ' اناج اور ترکاریاں نکال کر ہمیں عطا کرتا ہے، کسان بازار لاکر

فروخت کرتے ہیں، آپ کے ابو خرید کر لاتے ہیں، تب ہم پکا کر آپ کو کھلاتے ہیں، اس لئے کھانا دینے والا اللہ ہی ہے جسے ہم رزّاق کہتے ہیں، کھانے اور غذاؤں کا مالک بھی اللہ ہی ہے، پودوں اور درختوں کو پیدا کرنے اور ان سے پھل اور ترکاریوں کو نکالنے والا بھی اللہ ہی ہے، جسے ہم خالق کہتے ہیں، ان درختوں کے پتوں کو جانوروں کی غذاء بنا کر ان کا رزق مقرر کیا، پھر ان جانوروں سے انڈے' دودھ اور گوشت جیسا رزق نکال کر ہمیں عطا کرتا ہے، اس لئے ہماری تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والا اللہ ہی ہے، اس کو ہم رب کہتے ہیں، اس طرح سمجھانے سے بچے میں بچپن ہی سے کلام الٰہی پر حق الیقین پیدا ہوگا۔

بچے کو سمجھائیے کہ قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے، ذرّہ ذرّہ کو اسی نے پیدا کیا اور بنایا، یہ بچہ کے لئے علم الیقین ہوگا، اب اس علم الیقین کو حق الیقین میں تبدیل کرنے کے لئے سمجھائیے کہ بیٹا اللہ اسباب سے اور بغیر اسباب کے مخلوقات کو پیدا کرتا اور بناتا ہے، وہ جانوروں کے پیٹ میں پاخانے کے مقام کے قریب سے خون اور گوبر کے درمیان سے سفید مزیدار دودھ بناتا اور پیدا کرتا ہے، کسی کو ماں باپ کے ذریعہ پیدا کرتا ہے اور کسی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرتا ہے، چاول' غلوں' ترکاریوں اور پھلوں میں بغیر ماں باپ کے کیڑے پیدا کرتا ہے، گندگی بول و براز میں بغیر ماں باپ کے کیڑے پیدا کرتا ہے، گوبر میں جگنو پیدا کرتا ہے، کسی کو انڈوں سے اور کسی کو ماں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے اور درختوں کو بیج سے پیدا کرتا ہے، وہ زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے، جیسے انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈا، مردہ بیج سے سبزہ اور پودے اور پودوں سے بیج کو نکالتا ہے، اسلئے قرآن میں تعلیم دی گئی ہے کہ وہی اکیلا خالق ہے، اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ماں کے ذریعہ پیدا کیا، حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے بنایا اور پیدا کیا، حضرت حوا کو بغیر ماں کے پیدا کیا، اس طرح سمجھانے سے بچے میں حق الیقین پیدا ہوگا۔

کسی جانور کو گھاس کھلا کر' کسی کو گندگی کھلا کر' کسی کو گوشت کھلا کر' کسی کو پکا ہوا غلّہ و اناج کھلا کر اور کسی کو بغیر پکا ہوا کھلا کر دودھ نکالتا ہے، شہد کی مکھی کو پھلوں کا رس پلا کر شہد نکالتا

ہے، اس طرح بچہ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق اللہ کے خالق و مالک ہونے کو مانے گا اور اس میں قرآن مجید پر حق الیقین پیدا ہوگا۔

کافر انسان اللہ کے نظر نہ آنے پر کہتے ہیں کہ اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے، یہ دقیانوسی اور غلط عقیدہ ہے، اگر وہ ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ بچہ کو اس کے ماں باپ اور استاد کہتے ہیں کہ اللہ ہے اور وہ انسانوں کا امتحان لینے کے لئے نظر نہیں آتا، بچہ ماں باپ کی یہ بات سن کر علم الیقین سے مان تو لے گا مگر اس میں حق الیقین پیدا نہیں ہوگا، وہ سوچے گا کہ واقعی خدا ہے یا نہیں؟ بچہ میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے سمجھایئے کہ بیٹا! دنیا میں بہت ساری چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں، ہم ان کے نظر نہ آنے کے باوجود ان کی علامتوں' نشانیوں اور آثار وصفات سے پہچانتے اور مانتے ہیں، مثلاً ہوا، روح، بجلی، عقل، بخار، خوشبو اور بدبو وغیرہ، اگر آپ کسی کمرے میں پھلوں کی خوشبو محسوس کرتے ہیں مگر پھل آپ کو نظر نہیں آرہے ہیں تو خوشبو سے آپ پہچان لیتے ہیں کہ اس کمرے میں فلاں پھل موجود ہے، اگر کمرے میں کوئی بدبو محسوس ہو رہی ہے تو آپ پہچان لیتے ہیں کمرے میں کوئی چیز ہے جیسے چوہا مرا ہے، یا بلی کا بول براز ہے۔

اسی طرح دنیا میں جب پیدائش کا نظام چل رہا ہے، موت کا نظام چل رہا ہے، ہدایت کا نظام چل رہا ہے، پرورش کا نظام چل رہا ہے، رزق کا نظام چل رہا ہے، علم ملنے کا نظام چل رہا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ سب نظام کا چلانے والا بھی ہے، یہ نظام خود بخود نہیں چل رہے ہیں، بیشک یہ تمام نظام اسی خالق و مالک کی قدرت سے چل رہے ہیں، یہ نشانیاں اور علامتیں اس کے وجود کی دلیل ہیں، اس لئے اللہ کے نظر نہ آنے کے باوجود اللہ کو ماننا ہی ہوگا۔

دنیا میں کوئی کرسی' میز اور گھر بغیر بنائے نہیں بنتی، گھر میں لائٹ' نل' فرش' رنگ اور دیگر چیزیں لگانے سے ہی گھر تیار ہوتا ہے بغیر بنائے کوئی گھر خود بخود نہیں بنتا اور نہ تیار ہوتا ہے تو اس دنیا کو بھی اللہ نے باقاعدہ بنایا، اسی کے بنانے سے موجود ہے اور اسی کے قائم رکھنے سے قائم ہے۔

بچہ سے ماں باپ کہتے ہیں کہ وہ احد اور واحد یعنی ایک اور اکیلا ہے، اس پر بچہ غیر شعوری طور پر علم الیقین کرتے ہوئے اقرار کرلے گا کہ اللہ ایک اور اکیلا ہے، سب کہہ رہے

ہیں اس لئے وہ بھی کہہ دے گا، مگر گھر سے باہر کی دنیا میں کوئی خدا کو نہیں مانتا، کوئی کئی کئی خدا مانتا ہے، کوئی انسانوں کو خدا مانتا ہے، کوئی پیغمبروں کو بھی خدا یا خدا کا اوتار مانتا ہے، اس میں حق الیقین کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، وہ شک میں مبتلا رہتا ہے، بظاہر اس کے جسم کا نام مسلمان رہتا ہے مگر وہ اندر سے حق الیقین سے محروم رہتا ہے، وہ اللہ کو ایک اور اکیلا نہیں سمجھا سکتا، بچہ میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے سمجھایئے کہ تم پوری دنیا میں اکیلے ہو مگر نہ تم اکیلے ہو اور نہ ایک ہو، اس لئے کہ تمہاری طرح بہت سارے انسان جسم اور اعضاء والے ہیں، وہ بھی تمہاری طرح صفات رکھتے ہیں، کھانا کھاتے، پانی پیتے، سوتے، روتے اور خوش ہوتے ہیں، اس لئے تم اکیلے انسان نہیں ہو، پھر تم مجموعہ ہو جسم اور روح کا، دل، دماغ، گردے، خون، ہڈی، رگیں، چمڑے، ہاتھوں، پیروں، کانوں اور زبان کا، اس لئے تم نہ ایک ہو اور نہ اکیلے، مگر اللہ ایک اور اکیلا ہے، اس طرح کی صفات والا کوئی دوسرا نہیں اور نہ وہ مجموعہ ہے کسی چیز کا۔

دنیا میں لاکھوں انسان ہیں' لاکھوں جانور ہیں' ہوا بھی مجموعہ ہے گیاسوں کا' پانی بھی مجموعہ ہے ہائیڈروجن و آکسیجن کا، زمین مجموعہ ہے مٹی' ریگستان' پہاڑوں کا، مختلف علاقوں کی مختلف انداز کی زمین ہے، اس لئے سوائے اللہ کے کوئی بھی احد اور واحد نہیں ہے۔

بچہ سے کہا جاتا ہے کہ پوری کائنات کی پرورش اور نگہداشت کرنے والا وہی اکیلا رب ہے، قرآن نے اُسے کائنات کی ہر چیز کا رب ماننے کی تعلیم دی ہے، بچہ ماں باپ اور استاد کی تعلیم پر غیر شعوری طور پر علم الیقین کے تحت اللہ کو رب مان لے گا، مگر وہ دل و دماغ میں سوچے گا کہ آخر پوری کائنات کی اللہ اکیلے کیسے پرورش کر سکتا ہے؟ کیسے ضرورتیں پوری کر سکتا ہے؟ یہ بات اس کی عقل میں شعوری طور پر آنا مشکل ہوتی ہے، اس میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے سمجھایئے کہ تمہارے جسم میں روح ہے اور روح پورے جسم میں اکیلے جسم کے اعضاء کی پرورش کرتی ہے، ایک ہی وقت میں دیکھنے میں' بات کرنے میں' سننے میں' غذا ہضم کرنے میں' گردوں سے خون صاف کرنے میں' اور دل دھڑکنے کی طاقت دے کر پورے جسم میں دورانِ خون کو دوڑانے میں' ناک اور پھیپھڑوں کو سانس لینے میں' جسم کی غلاظت نکالنے میں اور جسم سے پسینہ

خارج کرنے میں، یہ سارے کام روح ایک ہی وقت اور ایک ساتھ کرتی رہتی ہے، جب روح جو ایک مخلوق ہے، اللہ نے اُسے اس قابل بنایا ہے تو کیا اللہ پوری کائنات کی نگہداشت اور پرورش ایک ہی لمحہ میں ایک ساتھ نہیں کرسکتا؟ بیشک وہ ایک ہی وقت میں ایک ساتھ سورج، چاند، زمین و آسمان، ہوا، پانی، حیوانات، نباتات، جمادات اور معدنیات وغیرہ سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، اس لئے قرآن اُسے مخلوقات کا رب ماننے کی تعلیم دیا ہے، ذرا غور کرو اللہ نے انسان کو بجلی بنانے کی صلاحیت دی ہے، اور بجلی ایک سکنڈ میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرکے اپنے مقام سے شہروں میں آتی اور ایک ہی وقت میں پنکھے، ٹیوب لائٹ، ایر کنڈیشن مشین، واشنگ مشین، ٹرینوں اور چولھوں اور مشینوں کو چلاتی ہے، تو اللہ کو ساری مخلوقات کی ضرورتوں کو پورا کرنا کیوں مشکل ہوگا، وہ ایک ہی لمحہ میں، ایک ہی وقت میں ایک ساتھ بیجوں سے پودے نکالتا ہے، انڈوں میں بچے بناتا ہے، ماں کے پیٹ میں بچے بناتا ہے، پھر ان کی ہر لمحہ پرورش کرتا ہے، ہر مخلوق کی دعائیں اور پکار کو سنتا ہے اور اسی لمحہ ان کا جواب دیتا اور ان کی مدد کرتا ہے، اس لئے وہ ربّ کائنات ہے، اس طرح سمجھانے سے بچے میں حق الیقین پیدا ہوگا۔

تمام مخلوقات پر اسی اکیلے کا کنٹرول اور بادشاہت ہے، اس پر اکثر مسلمان علم الیقین کے ذریعہ مان تو لیتے ہیں مگر سمجھا نہیں سکتے، بچہ کو سمجھایئے کہ دنیا کا پورا نظام ایک دوسرے سے جُڑا ہوا ہے، ہواؤں کی وجہ سے پانی بخارات بن کر اُڑتا ہے اور بادل بنتا ہے، ہوائیں ان بادلوں کو لیکر زمین کے مختلف حصوں میں پہنچاتی ہیں، پھر اللہ ہی کے حکم سے زمین پر بارش برستی ہے، اللہ تعالیٰ اس پانی سے مردہ زمین کو زندگی دیتا ہے، زمین اپنے اوپر مردہ بیجوں کو پودوں کی شکل میں اُگاتی ہے، ہواؤں کی مدد سے پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرکے آکسیجن خارج کرتے ہیں، پودوں کو سورج کی روشنی نہ ملے تو وہ پرورش نہیں پاسکتے، چاند کی وجہ سے مدّ و جزر پیدا ہوتا ہے، سمندروں میں لہریں چلتی ہیں، پانی خراب ہونے سے محفوظ رہتا ہے، زمین سے نکلنے والی پیدوار انسان اور تمام حیوانات کی غذاء بنائی گئی، کئی حیوانات دوسرے جانداروں کی غذاء ہے، اگر کائنات کے کئی خدا ہوتے تو سب ایک دوسرے کے

محتاج ہوتے، انسانوں کے خدا کو ہوا کے خدا سے' پانی کے خدا سے' نباتات کے خدا سے مدد مانگنی پڑتی کہ میری مخلوق کو ہوا دو' پانی دو اور اناج وغلہ' ترکاریوں' پھل پھلاری دو، اور حیوانات کے خدا کو انسانوں کے خدا سے' ہواؤں کے خدا سے' پانی کے خدا سے مدد مانگنی پڑتی تھی، ساری مخلوقات ایک دوسرے کی محتاج ہیں، درخت نہ ہوتے تو ہوا میں آکسیجن نہ ہوتی، زمین نہ ہوتی تو مخلوقات کے رہنے سہنے کا انتظام اور زراعت کا انتظام نہ ہوتا، سورج اور چاند نہ ہوتے تو رات دن کا نظام نہ ہوتا، جانداروں اور نباتات کی پرورش نہ ہوتی' پانی نہ ہوتا تو مخلوقات پیاسی مرجاتیں، ان کی بہت ساری ضرورتیں پانی سے پوری ہوتی ہیں، بادل نہ بنتے، اس لئے تمام مخلوقات پر کنٹرول کرنے والا ایک ہی مالک ہونا ضروری ہے، اسی کے کنٹرول سے کائنات کا نظام توازن اور اعتدال کے ساتھ چل رہا ہے، اگر الگ الگ خدا ہوتے تو کوئی خدا ہوا دینے سے' کوئی خدا پانی دینے سے' کوئی جانوروں سے دودھ' انڈا' گوشت دینے سے انکار کردے تو مخلوقات باقی نہ رہتیں، دنیا کی موٹر بنانے والی کمپنی اللہ ہی کی توفیق سے موٹر کے بریک' گیئر' لائٹ' رفتار' پٹرول سب ایک جگہ ڈرائیور کے قریب رکھتی ہے، موٹر میں لائٹ اور پٹرول' ہوا' بریک اور گیئر کے الگ الگ ڈرائیور نہیں ہوتے، کسی ملک کے دو دو بادشاہ اور کسی کالج کے دو دو پرنسپل نہیں ہوتے، اسی طرح اس کائنات کے کئی خدا نہیں ہیں، ان مثالوں سے انسان میں علم الیقین تبدیل ہو کر حق الیقین پیدا ہوگا۔

فرشتے آسمان سے زمین پر ایک ہی لمحہ میں کیسے آسکتے ہیں؟ اور بند قبر اور گھروں میں کیسے جاسکتے ہیں؟ اس پر انسان علم الیقین تو پیدا کرلیتا ہے، کہ اللہ نے فرشتے بنائے اور ان میں یہ صلاحیتیں رکھی ہیں، بچہ ماں باپ کے کہنے پر مان تو لے گا، مگر اسے حق الیقین حاصل نہیں ہوگا، فرشتوں پر حق الیقین پیدا کرنے کے لئے بچے کو یہ سمجھانا ہوگا کہ بیٹا! اللہ نے دنیا میں دو قسم کی مخلوقات پیدا کی ہیں، ایک لطیف' ہلکی اور باریک ہے، دوسری کثیف موٹی' گاڑھی، ہوا' روشنی' روح' عقل' جانداروں کی آواز' فرشتے یہ سب لطیف مخلوق ہیں، زمین' لکڑی' کانچ اور جسم کثیف ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف چیزوں کو بہت طاقتور بھی بنایا، ہوا بند گھروں' محلات اور غاروں میں

چلی جاتی ہے، روح اور ہوا لطیف ہونے سے جسم میں جاتی اور نکلتی ہے، عقل لطیف ہے، زبردست صلاحیت رکھتی ہے، روشنی لطیف ہے، کانچ کے سامنے ہونے کے باوجود اس میں بغیر کسی تبدیلی کے گذر جاتی ہے اور دوسری طرف کاغذ ہو تو اپنی گرمی سے جلا دیتی ہے، کانچ کی وجہ سے روشنی میں کمی نہیں ہوتی۔

سورج کی روشنی آسمان سے ایک سکنڈ میں 1 لاکھ 86 ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے 499 سکنڈ میں زمین پر آتی ہے، تو غور کیجئے کہ اللہ نے فرشتے کو لطیف بنایا، وہ آسمان سے زمین پر ایک سکنڈ میں کیوں نہیں آسکتا، پانی لطیف بھی ہے اور کثیف بھی مگر زمین باوجود ٹھوس ہونے کے پانی لطیف ہونے کی وجہ سے بغیر کسی تبدیلی کے ٹھوس اور بند زمین میں میلوں چلا جاتا ہے، تو فرشتہ بند قبر میں کیوں نہیں جا سکتا، پانی میں ڈوبنے والے کی جان کیوں نہیں نکال سکتا، ہوا جب طوفانی بن کر چلتی ہے، تو شہروں کو تباہ کر دیتی ہے، فرشتے اللہ کے حکم سے انسانوں پر عذاب کیوں نہیں لا سکتے، ان میں تو ساری مخلوقات سے زیادہ طاقت ہے، اس طرح سمجھانے سے بچے میں حق الیقین پیدا ہوگا، اور وہ فرشتوں پر حق الیقین کے ساتھ ایمان لائے گا۔

انسان ایک کونے میں بیٹھ کر دنیا کے دوسرے کونے میں بات کرتا ہے تو اس کی آواز ایک لمحہ میں دنیا کے دوسرے کونے میں چلی جاتی ہے، فیکس سے زیراکس ہو کر کاغذات دوسرے ملکوں میں بھیجے جا سکتے ہیں، تو فرشتے کو آسمان سے زمین پر یا کائنات میں کسی جگہ آنے جانے میں مشکل کیوں ہوگی، وہ آواز سے زیادہ لطیف ہے، اللہ نے اُسے نور سے پیدا کیا۔

بچہ کو جب ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دنیا دار العمل ہے، یہاں عمل کے لئے رکھا گیا ہے، آخرت میں اللہ دوبارہ زندہ کر کے حساب لے گا، آخرت میں پوری زندگی کا حساب دینا ہوگا، بچہ غیر شعوری طور پر ماں باپ اور استاد کے کہنے پر اللہ کے کلام کی بات کو تو مان لے گا، اور اپنے اندر علم الیقین پیدا کر کے زبان سے کہے گا کہ اللہ دوبارہ زندہ کر کے حساب لے گا، مگر وہ یقین کے کمزور ہونے کی وجہ سے آخرت کی تیاری نہیں کرے گا، آخرت کو بھول کر دنیا کا دیوانہ بنا رہے گا، اس لئے کہ غیر مسلموں کا آخرت کا انکار اور قبر کا مشاہدہ

اُسے یہ دکھاتا ہے کہ مردے کو زمین میں دفن کردیا جاتا ہے یا جلادیا جاتا ہے، انسان مرنے کے بعداس کے جسم کے اعضاء زمین میں گل سڑھ کرختم ہوجاتے ہیں، پھروہ جسم کے ساتھ دوبارہ زندہ کیسے ہوگا؟اس لئے کمزوریقین ہونے کی وجہ سے وہ آخرت کی تیاری نہیں کرتا۔

قرآن نے انسانوں میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے مردہ زمین کی بارش کے پانی سے بار بارزندہ ہونے اورمردہ بیجوں کا برسات میں پانی ملتے ہی باغات میں لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل ہونے کوسمجھایا ہے، مردہ سے زندہ کے نکلنے اور زندہ سے مردہ کے نکلنے کو سمجھایا، حدیث میں نیند کوموت کی بہن بتلایا گیا، نیند سے جاندار کچھ وقت کے لئے موت کے حوالے ہوجاتا ہے، پھراللہ ہی کے حکم سے زندہ ہوتا ہے، اس طرح سمجھانے سے بچہ میں دوبارہ زندہ ہونے کے لئے آخرت کا عقیدہ پیدا ہوگا، اوروہ حق الیقین کے ساتھ آخرت کی تیاری کرے گا، آخرت پردوبارہ زندہ ہونے اورآخرت پر یقین بڑھانے کے لئے ہماری کتاب عقیدہ آخرت پر یقین پیدا کرنے کا طریقہ پڑھیے۔

حدیث میں علم الیقین دیا گیا کہ آخرت میں جنتی انسان بوڑھا بچہ نہیں رہے گا بلکہ جوان بنا کررکھا جائے گا، وہاں جنتی انسان کو بول وبراز نہیں آئے گا، نہ جسم سے کوئی میل نکلے گا، بیماری اورغم سے دور رہے گا، کبھی بوڑھاپا نہیں آئے گا، وہاں غذائیں کھائے گا، مگر خوشبودار پسینہ اورڈکار سے وہ غذاء ہضم ہوجائے گی، بول وبراز گندگی جنت میں نہیں رہے گی، بچہ یہ بات سن کرماں باپ یا استاد کے کہنے پرمان تولے گا اوراپنے اندرعلم الیقین رکھے گا، مگرشعوری طورپروہ مطمئن نہیں رہے گا اورسوچے گا کہ دنیا میں انسان پیدا ہوتا ہے' بچپن' جوانی اور بوڑھاپے سے گذرتا ہے، غذاء کھانے کے بعد بول وبراز کرتا ہے جسم سے میل اور گندگی نکلتی ہے بیمار ہوتا ہے، پھرآخر جنت میں انسان ان تمام باتوں سے کیسے دوررہ سکتا ہے؟ اس لئے بچہ میں حق الیقین پیدا کرنے کے لئے اُسے سمجھایا جائے کہ بیٹا انسان جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے توسارے اعضاء ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے تخلیقی نظام سے پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں جسمانی نظام الگ رکھا، وہاں انسان منہ سے غذاء نہیں

کھا سکتا، پھیپھڑوں اور ناک سے سانس نہیں لیتا، نو مہینے بول و براز نہیں کرتا، وہاں اسے صرف ماں کے جسم کا ماہواری خون غذاء کے طور پر ملتا ہے۔

مگر جب وہ دنیا میں آجاتا ہے تو فوراً پھیپھڑے کام کرنا شروع کردیتے ہیں، ناک سے سانس لیتا ہے، منہ سے غذاء کھاتا اور پیتا ہے، اور بول و براز کرتا ہے، غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے تو ماں کے پیٹ میں جو نظام رکھا تھا اسے دنیا میں آتے ہی بدل دیا، اسی طرح دنیا کا جو نظام رکھا ہے جنت میں جانے کے بعد اسے اپنی تخلیق سے بدل دے گا، وہ تو ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، آسمان، سورج، چانداور ستاروں کو ہمارے سروں پر کروڑہا سالوں سے تازہ کا تازہ نیا کا نیا بنائے رکھا، انسان کو بھی ہمیشہ جوان رکھنا اس کے لئے مشکل کیوں ہے، اس طرح سمجھانے سے بچہ میں حق الیقین پیدا ہوگا۔

بچہ کو سمجھایا جاتا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے 69 درجے زیادہ ہے، وہ چونکہ دنیا کی آگ کو دیکھتا رہتا ہے اس لئے اس میں حق الیقین پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اس کا وہ اندازہ نہیں لگا سکتا ہے، اسے حق الیقین پیدا کرنے کے لئے سمجھایئے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ خالق ہونے کے ناطے دنیا میں کاغذ، کپڑا، پتہ، لکڑی، لاوا، لوہا، بجلی، گیاس، پٹرول کی آگ الگ الگ درجہ کی رکھی، اسی طرح دوزخ کی آگ بھی رکھی گئی۔

بچہ جب یہ سنتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جانے کے بعد زندہ رہے، تو وہ علم الیقین سے مان تو لیتا ہے مگر حق الیقین پیدا نہیں کرسکتا، اسے سمجھایئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، جانداروں کے جسموں میں بکٹیریا اور بیماری کے جراثیم، صحت کے جراثیم RBC اور WBC کو زندہ رکھتا ہے تو حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھنا کونسا اس کے لئے مشکل کام ہے۔ (مثال رہبری کے لئے برابری کے لئے نہیں)

بچہ جب یہ سنتا ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کو سانپ بنا دیا، تو علم الیقین کے تحت مان تو لیتا ہے مگر حق الیقین پیدا کرنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، اسے سمجھایئے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز سانپ اژدہا کے انڈوں میں زردی اور سفیدی سے سانپ کے

بچے بنا تا ہی ہے تو لکڑی کو سانپ بنانا اسے مشکل کیوں ہوگا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو روشن اور چمکدار بنایا تھا، جبکہ اللہ کے دئے ہوئے علم سے انسان ریڈیم کے ذریعہ سڑکوں اور لاریوں پر چمکدار لال اور ہرے ریڈیم کے ٹکڑے لگا کر روشنی پیدا کرتا ہے، جو بجلی کی طرح روشنی دیتے ہیں۔

بچہ سے جب کہا جاتا ہے کہ وحی دراصل اللہ تعالیٰ کا ایک خفیہ اشارہ ہے جو جاندار اور بے جان سب ہی کو کیا جاتا ہے، پیغمبروں کو فرشتوں کے ذریعہ بھی وحی سے احکام بھیجے جاتے ہیں، اور حدیث قدسی کے ذریعہ بغیر فرشتے کے بھی ہدایت دی جاتی ہے۔

☆ اللہ والوں کو اور عام انسانوں کو الہام' القاء' کشف اور سچے خواب کے ذریعہ وحی کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ زمین' آسمان' ہوا' فرشتوں' شہد کی مکھیوں' آگ اور مچھلی سب ہی کو وحی کرتا ہے، یہ بات بچہ سن کر علم الیقین کے درجے میں مان تو لیتا ہے مگر عقل وشعور میں نہیں لاتا، بچہ کو وحی پر حق الیقین پیدا کرنا ہو تو اُسے سمجھانا چاہئے کہ اللہ کے دئے ہوئے علم سے انسان زمین پر رہ کر اپنے کنٹرول روم سے بغیر کسی کنکشن کے ریموٹ کنٹرول سے ہوا میں اڑنے والے ہوائی جہاز کو یا پانی میں تیرنے والے جہاز کو ہدایات دیتا ہے، راکٹ کو خلاؤں میں بھیج کر اس سے وہاں کے فوٹو زمین پر منگواتا ہے، راکٹ میں خرابی پیدا ہو جائے تو زمین پر بیٹھ کر ریموٹ سے درست کرتا ہے، گھر میں ٹی وی کو ریموٹ سے کھولتا اور بند کرتا ہے، انسان کے جسم کے اندرونی اعضاء کا جسم کھولے بغیر ایکسرے اور فوٹو لیتا ہے، جب اللہ نے انسان کو یہ سب صلاحیتیں دی ہیں تو اللہ کائنات کے کسی بھی جاندار اور بے جان مخلوق کو خفیہ اشارہ وحی کے ذریعہ کیوں نہیں کرسکتا، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہے، اس کے لئے وحی کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔

انسان سائنس دانوں کی بہت سی باتوں کو جو عقل میں نہیں آسکتی' ان کو مانتا اور یقین کرتا ہے مگر وحی الٰہی پر حق الیقین نہیں رکھتا، سائنس دانوں پر بھروسہ واعتماد کرتا ہے، مگر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتا، آج کل انسان بغیر پائلٹ ڈرون مشین کو ہوا میں اُڑا کر بہت سے کام لے رہا ہے، اور انسانی روبوٹ مشین جو بے جان اور روح سے خالی ہوتی ہے اُسے بنا کر مختلف کام

لے رہا ہے، جب اللہ نے انسان کو یہ صلاحیت دی ہے تو وہ بے جان چیزوں کو وحی سے ہدایت کیوں نہیں دے سکتا، وہ آخرت میں زمین کو اور انسانی اعضاء کو بات کرنے کی قوت و صلاحیت دے گا، وہ جس کو جیسا چاہے اور جب چاہے وحی کر سکتا ہے۔

غیر مسلم کہتے ہیں کہ اللہ نے لوح محفوظ میں کائنات کی تمام مخلوقات کے ہر فرد کی شروع سے آخر تک پوری تقدیر لکھی ہے، آخر وہ کتاب کے کتنے صفحات ہوں گے؟ اگر پھیلائے جائیں تو ساتوں آسمان بھر جائیں گے؟ مسلمان نے جواب دیا: جب تم خود اللہ کے دیئے ہوئے علم سے کمپیوٹر، موبائل فون کے چھوٹی سی ہارڈ ڈسک میں لاکھوں چیزیں محفوظ رکھ سکتے ہو، تو اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تقدیر کا علم کیوں مختصر سی کتاب میں محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

بچہ کو اگر ہم کہیں کہ اللہ کی کوئی تصویر نہیں بنا سکتے، تو بچہ یہ سوچے گا کہ دنیا کی دوسری قومیں بت اور مجسمے بنا کر خدا کہتی ہیں، اُسے شک پیدا ہوگا کہ کونسی بات صحیح ہے، بچہ کو سمجھایئے کہ ہمیں ہوا، روح، عقل، فرشتے نظر نہیں آتے، اگر تم ہوا کا خیالی تصور کر کے کرسی اتار کر ہوا کی فوٹو کہو یا روح کی خیالی تصویر بنا کر پنسل اتاریں تو کیا یہ بات صحیح ہوگی؟ آپ کہیں گے بالکل غلط ہوگی، اس لئے جب ہم اللہ کو دیکھے ہی نہیں تو خیالی تصویر کیسے اتار سکتے ہو، جب ہم اللہ کو دیکھے ہی نہیں تو خدا کو انسانی شکل وصورت کا کیسے بنا سکتے ہو۔

لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں خدا کا بیٹا اور بیٹی ہیں، بچہ یہ سن کر کیسے یقین کرے گا کہ خدا بیٹا، بیٹی اور اہل وعیال والا نہیں ہے، جبکہ وہ ہر ایک کو اولاد اور اہل وعیال والا دیکھتا ہے، بچہ کو سمجھایئے کہ خدا انسان کی طرح مخلوقات کی طرح جنس والا نہیں ہے، وہ پیدائش اور موت سے پاک ہے، بیٹا بیٹی تو اسے چاہیئے جس پر موت آتی ہو جس کی عمر محدود ہو، موت آنے سے اس کی نسل ختم ہو جاتی ہے، نسل کو باقی رکھنے کے لئے اولاد چاہیئے، گائے، بھینس مر جاتی ہیں، اولاد نہ ہو تو ان کی نسل ختم ہو جاتی ہے، جیسے ڈائنا سور **Dinosaurs** کی نسل دنیا سے ختم ہو گئی، پھر انسان سے انسان جانور سے جانور کا بچہ پیدا ہوتا ہے، انسان سے خدا کا بچہ کیسے پیدا ہوگا، پھر اگر کسی کو خدا کا بیٹا کہیں تو اس میں انسانی صفات کیسے؟ خدائی صفات ہونا چاہیئے۔

اگر انسان خدا کا بیٹا ہے تو اس کو غذاء کیوں چاہئے، نیند اور تھکان کیسے ہوگی، بیمار کیوں ہوگا، بول و براز کیوں کرتا ہے، روتا کیوں ہے، یہ سب انسانی صفات ہیں، اس لئے انسان کا بچہ خدا کا بچہ کیسے ہوگا؟ خدا تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کو موت ہی نہیں۔

☆ لڑکیوں کو جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے لڑکی جوان ہونے کے بعد اس پر پردہ فرض کر دیا ہے، تو لڑکیاں علم الیقین کے تحت یہ جان لیتی ہیں، مگر گھر سے باہر کی دنیا میں اسے دقیانوسی عمل سمجھتی ہیں، اور اس حکم کے جاننے کے باوجود پردہ نہیں کرتیں، ان کو سمجھائیے کہ اللہ نے دنیا میں جتنی جاندار مخلوقات پیدا کی ہیں، ان کا کلچر الگ الگ بنایا، گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ اور ہاتھی کے نر اور مادہ ایک ساتھ پھرتے ہیں، ایک نر کے پیچھے چار مادی یا چار ماداؤں کے پیچھے کچھ نر، وہ چراہ گاہوں اور جنگلوں میں ایک ساتھ چرتے پھرتے ہیں، اللہ نے ان میں سیکس کی آزادی رکھی، کوئی بھی کسی نر اور مادہ کے ساتھ اپنا سیکس پورا کر سکتے ہیں، یہ جانوروں کا کلچر ہے۔

انسان تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ مخلوق ہے، اللہ نے اس کے لئے پیغمبر کے ذریعہ اور قرآن میں پردہ کو لازم رکھا، جب ایک عورت کسی اجنبی مرد کے سامنے بے پردہ آتی ہے یا بازار جاتی ہے تو اس کے اسٹرکچر آف باڈی کو دیکھ کر اس کی آواز سن کر اس کے بالوں کے حسن کو دیکھ کر اس کی چال کو دیکھ کر اس کی اداؤں اور جسمانی ساخت اور بات چیت وغیرہ کو دیکھ کر اور اس کی جوانی کو دیکھ کر ہزاروں مرد اس کے ساتھ آنکھوں، کانوں، دل و دماغ کے گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کا شوہر اس کے خاص مقام سے مزہ لوٹتے ہیں، اور اُسے بے پردہ بنا کر ہزاروں انسانوں کو اس کے مختلف اعضاء سے مزہ دینے کے قابل بنا دیتا ہے۔

اگر کوئی دوست کسی دوست سے ملنے آئے اور اس کے سامنے اس کی بیٹی، بہن اور بیوی بے پردہ آجائے تو اس دوست کی آنکھیں تو اپنے دوست کی طرف رہیں گی مگر دل ان کا بے پردہ عورتوں کی طرف راغب رہے گا، اس کے برعکس اگر عورت عمر رسیدہ بوڑھی دانت نکلے ہوئے یا چہرے پر جھرّیاں ہوں، بال سفید ہوں یا سر پر بال نہ ہوں، ترچھی اور اندھی ہو تو مرد ان کی طرف رغبت نہیں کرتے، نابالغ لڑکیوں اور بوڑھی عورتوں میں سیکس نہ ہونے کی وجہ

سے ان میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے، زیادہ تر عورتوں کو چہرہ دیکھ کر ہی پسند کیا جاتا ہے۔

لیمو یا املی چھلکے میں ہوں اور کوئی بخار ہی کا مریض کیوں نہ ہو پھر بھی اس مریض کے منہ میں پانی آجاتا ہے، یہی حال چادر اور برقعہ کے استعمال کا ہے، اللہ امتحان کی خاطر عورت کے جسم کے ہر حصہ میں سیکس رکھا ہے اور عورت جتنا زیادہ اپنے جسم کو کھلا رکھے گی اس حصہ سے سیکس ختم ہو جاتا ہے، جو چیز قیمتی ہو اس کو چوروں سے بچایا جاتا ہے، جس طرح سونا چھپا کر رکھتے ہیں اسی طرح انسانی معاشرے میں عورت کی مثال سونے کی ہے، اگر ماں باپ اس انداز سے لڑکیوں کو شعور دیں تو وہ اللہ کے کلام پر علم الیقین سے حق الیقین پیدا کر لے گی، اور پھر غیر مردوں کو گناہ میں مبتلا نہیں کرے گی، پردہ اختیار کر کے نورانیت کے ساتھ باہر نکلے گی۔

قرآن مجید میں خاص طور پر یقین پیدا کرنے کی تاکید کی گئی ہے

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے ذریعہ قرآن مجید پر ایمان لانے کی تعلیم دی اور پھر وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ کے ذریعہ آخرت پر یقین پیدا کرنے کی تاکید کی، اس لئے ایمان کامل ہونے کے لئے حق الیقین کا ہونا لازمی ہے، ورنہ یقین کی کمی والا ناقص ایمان ہوگا، مولانا الیاسؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ اسی بنیاد پر ایمان و یقین کی محنت مسلمانوں میں شروع کئے تھے، مسلمانوں میں زبان سے ایمان کے کلمات تو وہ سنتے تھے، ان کے جسموں کا نام مسلمان ضرور ہوتا تھا، ختنہ کرواتے، میت کو دفن کرتے ہیں' مگر نماز نہیں پڑھتے، دین کو پسند نہیں کرتے، دین بیزار رہتے تھے، وہ ان کے ایمان میں یقین کی کمی کو جان گئے تھے، اس لئے وہ کلمہ گو مسلمانوں میں ایمان کے ساتھ حق الیقین پیدا کرنے کا کام شروع کئے تھے، بہت سے مسلمان کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایمان کی محنت کیوں؟ مگر مسلمانوں کو بھی حق الیقین کے ذریعہ شعوری اور حقیقی ایمان دیا جائے۔

☆ اگر ایک مسلمان قرآن مجید کے مسائل کا ماہر ہو جائے مگر معرفت الٰہی سے خالی ہو تو اولوا الالباب نہیں کہلا سکتا، قرآن مجید پر یقین کی کیفیت پیدا کرنے اور عقلمند بننے کے لئے ہی تتفکرون، تتدبرون اور تعقلون کی تاکید سے ہی عقلمند بننے کی تاکید کی گئی ہے اور یہ غور و

فکر قرآن مجید کی آیات تلاوت کر کے کائنات کی مخلوقات میں کرنا ہوگا، سب سے پہلے اللہ نے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ کے ذریعہ گوشت کے لوتھڑے کو قلم سے تعلیم دینے کا ذکر کیا، مگر اللہ اپنی تخلیق میں نہ ماں باپ کا محتاج ہے اور نہ قلم کا، صحابہؓ جو پڑھے لکھے نہیں تھے، تجارت' صنعت کاری اور ملازمت کرتے تھے، وہ غلام اور نوکر تھے، وہ قرآن سے جب فائدہ اٹھائے تو دنیا کے بڑے بڑے علوم کے ماہر بنے' قابل سے قابل ترین انسان ان کے قرآن مجید پر مضبوط ایمان اور تقویٰ کے آگے گھٹنے ٹیک دئے، وہ سطحی طور پر رسمی انداز میں قرآن کی تعلیم حاصل نہیں کئے تھے، حضرت عمر فاروقؓ آٹھ سال تک سورۂ بقرہ کو سمجھنے کی محنت کئے، تلاوت کر کے وہ قرآن پر غور و فکر کر کے یقین کی دولت سے مالا مال ہو گئے تھے، جس علم میں اللہ کا تعارف اور غور و فکر نہیں ہوتا اس علم سے انسان صرف دنیا کا فائدہ حاصل کرتا ہے اور قرآن مجید پر ایمان رکھ کر بے شعور مسلمان بنا رہتا ہے، اور بہت سے لوگ قرآن مجید کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، اگر انسان معرفت الٰہی حاصل کئے بغیر اللہ کی صفات کو سمجھے بغیر ان کا وِرد کرتا ہے تو ثواب تو اتنا ہی ملے گا جتنا مقصد ہے، ایسا انسان اپنے دماغ میں مغز پیدا کئے بغیر زبان کی ورزش کرتا ہے، غور و فکر دراصل دماغ کی ورزش ہے، جو انسان غور و فکر کرتا ہے اس کے دماغ کا آئی کیو بہت طاقتور ہوتا ہے، وہ جلد بوڑھا نہیں ہوتا، جسم کے دوسرے اعضاء کمزور ہو جائیں گے، مگر دماغ صحت مند رہتا ہے، قرآن کہتا ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اللہ کی پہچان کا علم رکھنے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اگر انسان میں غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اس میں حق الیقین کا یہ حال ہوگا کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے ۲۴ گھنٹے اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے اللہ کو ایسے دیکھے گا جس طرح سورج و چاند کو دیکھ سکتا ہے، اسی کے خیالوں میں زندگی گذارے گا، اسی کی اطاعت کا غلبہ دماغ پر سوار رہے گا، قرآن میں غور و فکر کی مثال ایسی ہے جیسے سانس رک جائے تو انسان مردہ ہو جاتا ہے۔

بغیر سمجھے' بے شعوری کے ساتھ ذکر کرنے سے یقین پیدا نہیں ہوتا

غور و فکر سے معرفت الٰہی حاصل نہ ہو تو روح بیمار اور مردہ بن جاتی ہے، اس لئے کہ

روح کی غذاء اللہ کا دیدار ہے جو اسے نماز میں بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر شعور کے ساتھ مطلوب ہے، لوگ اللہ کی پہچان حاصل کیئے بغیر کمرہ بند کرکے اندھیرا کرکے اللہ کے چند ناموں کا ورد کرتے ہیں اور نیت معرفت کی کم اور ثواب کی زیادہ رکھتے ہیں، اس بے شعوری کی وجہ سے اس ذکر سے نہ ان کا شرک دُھلتا ہے اور نہ وہ اللہ کی محبت پیدا کر سکتے ہیں، ان کا ذکر حلق سے نیچے نہیں اترتا، اس سے ان کی زندگی میں بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، ذکر کے بعد پھر گناہ برابر جاری رکھتے ہیں، اس ذکر سے ان میں حق الیقین پیدا نہیں ہوتا۔

شعور کے ساتھ غور وفکر کر کے ذکر و تلاوت کرنے والوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے اور معرفت الٰہی کے راز کھلتے ہیں، تمام دین کی، شریعت کی، ایمان اور سارے عقائد کی بنیاد اللہ کی صفات میں چھپی ہوئی ہیں، قرآن مجید سورۂ فاتحہ سے سورۂ ناس تک تمام تر صفات الٰہی کے ذریعہ اللہ کی پہچان اور آخرت کی پہچان کروا کر حق الیقین پیدا کرنے کی تعلیم دے رہا ہے، دوسرے مذاہب اپنی کتابوں پر یقین کی کیفیت پیدا نہیں کر سکتے، اس لئے کہ ان کے پاس غور وفکر نہیں ہے، نہ وہ اللہ کی صفات سے واقف ہو سکتے ہیں، آج مسلم معاشرہ علم الیقین کے ذریعہ دینی معلومات تو رکھتا ہے مگر غور وفکر نہ کرنے سے عین الیقین سے دور ہے، جس کی وجہ سے دینی احکام پر یقین کی کمی ہے۔

وہ صرف کتاب الٰہی کی حد تک قانونی فقہی بے شعوری تقلیدی ایمان رکھتا ہے، اور توحید وایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود شرک میں مبتلا ہے، اسی طرح جو لوگ صرف تلاوت و ذکر کرتے ہیں اور غور فکر نہیں کرتے اولوا الالباب نہیں کہلا سکتے اور جو لوگ صرف غور وفکر کرتے ہیں اور تلاوتِ کتابِ الٰہی نہیں کرتے' وہ بھی اولوا الالباب نہیں کہلا سکتے، حالانکہ دونوں لازم وملزوم ہیں، اس کے بغیر روحانیت پیدا نہیں ہوتی۔

انسان کو باپ دادا کی اندھی تقلید میں دین کو ماننے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا

اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو اپنے ماننے کی تعلیم نہیں دے رہا ہے، بلکہ انسانوں میں یقین پیدا کرنے کے لئے اپنے دلائل اور اپنی قدرت کے کاموں کو سمجھا کر یقین کے ساتھ

ایمان لانے اور قرآن مجید پر حق الیقین پیدا کرنے کا طریقہ رکھا، دل میں یقین پیدا کر کے ماننے کی تعلیم دے رہا ہے، اندھوں اور بہروں کی طرح ماننے سے منع کیا ہے، عقل کو آزاد رکھ کر اپنی چاہت اور مرضی سے یقین کی کیفیت کے ساتھ ماننے کا طریقہ رکھا، اس لئے مسائل کے ساتھ ساتھ معرفت کا بھی علم حاصل کرنا فرض رکھا، اور تمام علوم میں علم معرفت ہی سب سے بڑا علم سب سے بڑی عبادت ہے، اگر آفاق و انفس کے دلائل نہ دیتا تو انسان یقین پیدا کرنے سے محروم رہتا، اس لئے چند مثالوں سے غور و فکر کی تعلیم دی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمام اعمال کا حساب ہوگا، لیکن ہر انسان کو اس کی عقل و فہم کے برابر ہی نیکیاں ملیں گی۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر دو آدمی ایک ہی طرح کا عمل برابر برابر کریں تو ثواب میں کمی و زیادتی کیوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک کو اس کی عقل و فہم یعنی شعور کے حساب سے درجات ملیں گے، دوسرے کی نجات تو ہو جائے گی مگر درجات سے محرومی رہے گی۔

جانور دنیا کی چیزوں کو اپنے فائدے اور نقصان کی حد تک ہی دیکھتا ہے

جو لوگ کائنات کو سر کی آنکھوں سے دیکھ کر دل و دماغ کی آنکھوں سے غور و فکر کے عادی نہیں ہوتے وہ عقلمند نہیں کہلاتے، ان میں اور جانوروں میں فرق نہیں رہتا، جس طرح جانور اپنے سامنے کسی درخت' پہاڑ یا غذا یا جانور کو دیکھتا ہے تو وہ اسی حد تک انہیں پہچان لیتا ہے، وہ اللہ کی قدرت کو سمجھ نہیں سکتا، اللہ نے سوائے انسان اور جن کے کسی کے لئے غور و فکر کا طریقہ نہیں رکھا، اگر انسان آنکھوں' دل و دماغ اور کانوں کا جس غرض کے لئے دیئے گئے ہیں، استعمال نہ کرے تو وہ محاورہ ہے ''توپ سے مکھی مار رہا ہے''، دماغ کی ناشکری یہ ہے کہ اس سے غور و فکر نہ کرنا۔

بنیادی دینی تعلیم بہت کمزور طریقے پر دی جا رہی ہے

ہماری بنیادی دینی تعلیم میں بچے کو دینی تعلیم کے نام پر جو تعلیم دی جاتی ہے وہ دین کی

سمجھ دئے بغیر زیادہ تر رٹا دی جاتی ہے۔عام طور پر آخر کی دس سورتوں کو بغیر سمجھے لوگ تلاوت کرتے رہتے ہیں،اور بہت سے لوگوں کو سورۂ فاتحہ کا تک معنیٰ نہیں معلوم رہتا،تفکر وتدبر تو بہت دور کی بات ہے،جو لوگ خاص دلچسپی رکھتے ہیں وہی تفکر وتدبر کریں گے،عوام میں دین دار لوگ علم حاصل کئے بغیر کچھ سنتوں کی پابندی تو کرتے ہیں مگر یاد کی ہوئی سورتوں کے معنیٰ ومطلب تک ان کو نہیں معلوم رہتا،اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر اسلام کے چند احکام پر عمل کر لیتے ہیں،وعظ،تقاریر اور نصیحتوں سے دینی معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

عورتوں کی اصلاح کا کوئی طریقہ کار ہی نہیں،مذہبی گھرانے کی عورتیں پردہ تو کر لیتی ہیں،نماز کی پابندی بھی کرتی ہیں،مگر ثواب کی خاطر تلاوتِ قرآن بغیر سمجھے کرتی ہیں،ان کو سطحی انداز میں توحید کا علم ہوتا ہے،شرک اور توحید کا فرق معلوم نہیں رہتا،ان کے لئے قرآن مجید کے سمجھنے کا کوئی انتظام ہی نہیں کیا جاتا،لڑکیوں کو بھی شادی سے پہلے جو قرآن کی سورتیں یاد دلائی جاتی ہیں وہ بغیر سمجھائے رٹا دی جاتی ہیں،معاشرے کا یہی حال رہا تو قرآن مجید پر حق الیقین کیسے پیدا ہوگا۔

جمعہ کی تقاریر میں بھی کسی مسجد میں رکوع یا آدھے رکوع کو تفصیل سے ایمان ویقین کے شعور کے ساتھ نہیں سمجھایا جاتا،نہ اللہ کی معرفت دی جاتی ہے،یہ کیفیت مسلمانوں کی اوران کے اصلاح کرنے والوں کی ساری دنیا میں ہے،پھر کیسے قرآن سے امت واقف ہو کر یقین پیدا کرے گی۔اس وقت مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد ایسی ہے کہ وہ اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر اسلام کی چند باتوں پر عمل کر رہی ہے،عربی کے بعد اس وقت دین کا بہت زیادہ لٹریچر اردو زبان میں موجود ہے،مسلمان اتنے بے حس ہیں کہ اپنے بچوں کو اردو زبان ہی سے محروم کر چکے ہیں،آخر یہ بچے کب کیسے قرآن اپنی زبان میں پڑھیں گے اور کب غور وفکر کریں گے؟انہیں اپنی اولاد کو جہنم سے بچانے کی کوئی فکر ہی نہیں ستاتی۔

حق الیقین والا ایمان اللہ کی عبدیت وبندگی پر مجبور کرتا ہے

جس طرح غذاء ہضم ہو کر اپنا اثر پورے جسم سے ظاہر کرتی ہے،اسی طرح ایمان

میں حق الیقین آجائے تو وہ اپنے اثرات اعمال صالحہ سے ظاہر کرتا ہے۔

☆ حق الیقین کی کیفیت ہی کی وجہ سے انسان دنیا کو عارضی اور آخرت کو اصل زندگی تصور کرتا ہے، حق الیقین اُسے پانچ وقت نماز ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے نماز چھوٹ جائے تو مچھلی کی طرح بے چین رہتا اور تڑپتا ہے۔

☆ حق الیقین کی وجہ سے عورت میں شرم وحیاء زبردست رہتی ہے اور وہ نامحرموں کے سامنے آنے سے رُک جاتی ہے اور زبردستی کے باوجود صاف انکار کر دیتی ہے، اللہ کی محبت میں پردہ کے حکم پر صبر و برداشت کے ساتھ عمل کرتی ہے۔

☆ حق الیقین کی وجہ سے مؤمن امانت دار اور دیانت دار بنا رہتا ہے، قرض لیکر ڈبونے کو' دُکان' مکان اور زمین و جائیداد پر قبضے کر کے جھوٹے مقدمات ڈالنے اور ظلم و زیادتی کو گناہ کبیرہ تصور کرتا ہے۔

☆ حق الیقین کی وجہ سے جوڑے کی رقم' سامانِ جہیز، حرام دعوتیں، رشوت، سود اور دھوکہ و فریب کو سختی سے حرام تصور کرتا ہے اور اس پر اپنی نیکیاں دوسروں کو دینے کا عقیدہ رکھتا ہے۔

☆ حق الیقین کی وجہ سے زنا کے لئے مفت میں دعوت ملنے کے باوجود، شراب بغیر پیسوں کے پلانے اور جوا، ناچ گانا' بجانا، گالی گلوج' فضول خرچی کو شیطانی کام جان کر حرام تصور کرتا ہے، اور شریعت کا قانون نافذ نہ ہونے کے باوجود ان چیزوں سے دور رہتا ہے۔

☆ حق الیقین پیدا ہو جائے تو مؤمن کبھی بھی مخلوقات کو رکوع' سجدہ' طواف' اور غیر اللہ سے منتیں' مرادیں اور دعائیں نہیں مانگتا، نہ مدد کے لئے یا غوث المدد' یا خواجہ المدد' یا علی المدد نہیں پکارتا، اس کی نگاہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر ہوتی ہے، نہ بدعات و خرافات اختیار کرتا ہے، ہر وہ عمل جو سنت کے خلاف ہو اس کے کرنے سے انکار اور پرہیز کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپ ہی کی اطاعت کو لازم سمجھ کر کرتا ہے۔

☆ ہو سکے تو بچوں کو پچھلی آسمانی کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے تذکرے اور نشانیاں سنا کر ان میں حق الیقین پیدا کریں، اور پچھلی قوموں کے جو حالات

قرآن وحدیث میں بیان کیے گئے ہیں سنائیں' بالخصوص بنی اسرائیل کی اللہ کے ساتھ نافرمانی کے واقعات سنائیں اور موجودہ دور میں ان کی اخلاقی گراوٹ بیان کی جائے۔

اللہ کے ہونے کی گواہی دراصل معرفت الٰہی پر ہے، جو انسان کا دل ودماغ کے غور وفکر سے حق الیقین پیدا کر کے دریافت کرتا ہے اور زبان سے اقرار کرتا ہے اور اعمال سے اظہار کرتا ہے، پوری مخلوقات میں سب سے اعلیٰ قسم کی عقل وفہم اور فراست انسان ہی کو دی گئی ہے، اسی کی مدد سے وہ اللہ کی قدرت کو صفات کے ذریعہ جان کر اسی کی پاکی' بڑائی اور کبریائی بیان کرتا ہے، جو انسان اللہ کی قدرت کو سمجھنا نہیں چاہتا اس کی زندگی اور اندھوں کی زندگی کے درمیان فرق باقی نہیں رہتا، جس کے پاس اللہ کی پہچان نہیں ہوتی اس کے دل میں اللہ کا ڈر خوف پیدا نہیں ہوتا اور وہ اللہ کی صحیح معنٰی میں تعظیم واطاعت نہیں کرتا۔

''اللہ نے وحی کے ذریعہ کہا: اے داؤد علم نافع حاصل کر، تو انہوں نے عرض کیا: علم نافع کونسا علم ہے؟ تو اللہ نے فرمایا: علم نافع وہ علم ہے جس سے تجھے میرے جلال' میری عظمت' میری بڑائی اور ہر شئے پر میرے کمالِ قدرت کا پتہ چلے، کیوں کہ ایسا علم ہی تجھے میرے قریب کرسکتا ہے۔''

ایمان میں یقین کی کیفیت پیدا نہ ہو تو مسلمان دین میں پورا پورا داخل نہیں ہوتا، ظاہر میں صرف نام سے مسلمان بنا رہتا ہے

موجودہ زمانہ میں پلاسٹک کی صنعت عام ہوگئی ہے، ان سے بنائے گئے پھول اور پھل دیکھنے میں اصلی کی طرح نظر آتے ہیں مگر ان میں خوشبو اور مٹھاس اور رس نہیں ہوتا، وہ دیکھنے میں پھل تو نظر آتے ہیں مگر انسان کے لئے خوشنمائی کی حد تک رہتے ہیں، منہ میں ڈالیں تو ان میں کوئی مزہ نہیں ہوتا، تھوک دینا پڑتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید پر حق الیقین نہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں جسم کے نام کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں اور کثیر تعداد میں نامکمل دینداری کی عجیب کیفیت نظر آتی ہے، ہر روز اللہ کا نام لیتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر ان سے معاملات کریں'

ان کی معاشرت اور اخلاقیات دیکھیں تو وہی چیز نہیں ملتی اور نہ نظر آتی ہے جو دین کی اصل روح اور جان ہے، اور ان سے ایمان واسلام کی روشنی ظاہر نہیں ہوتی۔

دُکانوں پر انڈے اور پھل رکھے نظر آتے ہیں اور دیکھنے والے ان کو اچھے انڈے اور پھل سمجھ کر خریدتے ہیں، مگر جب انڈے کو پھوڑا اور پھل کو کاٹا جائے تو اندر گندے کیڑے والے سڑھے ہوئے بدبودار ظاہر ہوتے ہیں، یہی حال ایک زمانے سے مسلمانوں کی کثیر تعداد کا ہوگیا ہے، ظاہر میں انسان اور اندر سے شیطان چھپا ہوا رہتا ہے، جب کسی سے جھگڑا ہوتا ہے تو اندر کا چھپا ہوا شیطان باہر آجاتا ہے۔

دنیا میں انسان‘ انسان کی بنائی ہوئی صنعت کو بار بار دیکھتا ہے

جیسے کسی بستی میں ہیلی کا پٹر دس بار اترے تو لوگ بار بار اُسے دیکھتے ہیں، کسی جادوگر کی جادوگری سے اس کے مختلف عجوبے اور خلافِ عقل حرکتیں دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں، مگر اللہ کی بے شمار صنعت کاری کو دیکھنے کے باوجود کوئی غور وفکر اور تعجب نہیں کرتے کہ وہ کیسے ایک بے جان خلیہ سے جاندار کو پیدا کر رہا اور بنا رہا ہے، کیسے زمین سے آسمان پر پانی لیجا کر میٹھا بنا رہا ہے، کیسے مردہ بیج سے پودے پیدا کر کے لاکھوں درختوں میں تبدیل کر رہا ہے، کیسے بادلوں سے برسات کا سسٹم رکھا ہے، کیسے زلزلے اور طوفان لاتا ہے، کیسے عورت اور مردوں کی صفات الگ الگ رکھا ہے، حالانکہ وہ ایک ہی غذاء کھاتے ہیں، ایک ہی پانی پیتے ہیں اور ایک ہی ہوا میں سانس لیتے ہیں، کیسے لکڑی میں مٹھاس پیدا کر کے گنّا، صندل، خوشبو اور پھولوں میں خوشبو، رنگ اور خوبصورتی پیدا کر رہا ہے۔

جادوگروں کی جادوگری کے کرشمے جو جھوٹے ہوتے ہیں ان میں حقیقت کچھ نہیں ہوتی‘ لوگ ان سے متاثر ہوتے ہیں، اور اس کے عقیدت مند بن جاتے ہیں، لیکن جو اللہ سچے کرشمے اور معجزات دکھا رہا ہے ان پر غور وفکر نہیں کرتے، اور وہ اپنے خالق ومالک اور اس کی قدرت کے دیوانے نہیں بنتے۔

ہماری حالت پر افسوس ہے کہ دنیا کی زندگی کی حفاظت کے لئے ٹی وی کی خبروں

اور اخبارات کی اطلاع پر اور یوٹیوب کے مناظر دیکھنے اور ڈاکٹروں کی منع کردہ چیزوں پر اور سائنس دانوں کے طوفان' طغیانی اور زلزلوں کے آنے کی اطلاع دینے پر نہ صرف علم الیقین اور عین الیقین حاصل ہوتا ہے بلکہ حق الیقین حاصل کر لیتے ہیں، بغیر زلزلے اور طوفان کو دیکھے چار، چھ گھنٹے پہلے ہی اپنا مقام چھوڑ کر اپنے جسم کی حفاظت کے لئے بھاگ جاتے ہیں، مگر روح جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، اس کی حفاظت کی فکر نہیں کرتے۔

افسوس کہ دنیا کے ناکارہ اور ناقص علم کے جاننے والے انسانوں کی اطلاعات پر تو یقین کامل ہو جاتا ہے مگر اللہ کے کلام کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت کے بارے میں خبریں بار بار پڑھنے، سننے، سمجھنے اور ماننے کے باوجود صرف زبان کی حد تک ہی علم الیقین کا اظہار کرتے ہیں۔ افسوس ہے ہماری حالت پر! اپنے ایمان کا جائزہ لیجئے، ہم باپ دادا اور شوہر اور حاکموں کی اطاعت ان کی مار، سزا اور سختی کے ڈر سے یا مالی فائدوں کے لئے کرتے ہیں مگر اللہ کی اطاعت کرنے میں نڈر بنے رہتے ہیں، اللہ کی پکڑ اور مار سے نہیں ڈرتے، ہمارا یہ کیسا ایمان و یقین ہے کہ پانچ وقت کی فرض نماز کی جگہ صرف جمعہ ادا کر لیتے ہیں۔

ہمارا یہ کیسا ایمان ہے کہ جو پردہ کرنے نہیں دیتا، یہ کیسا ایمان ہے جو حرام مال کھانے سے نہیں روکتا، یہ کیسا ایمان ہے جو غیر اللہ کے آگے سجدہ و رکوع کرنے، منتیں مرادیں اور دعائیں مانگنے سے نہیں روکتا، یہ کیسا ایمان ہے کہ کلمہ والی زندگی کے حقوق پر چلنے نہیں دیتا۔

کیا صحابہ کرامؓ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد اس طرح زندگی گذارے؟ جبکہ اس زمانہ میں منافقین بھی بہ ظاہر اسلام کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے۔

مذہبی مقامات کا البم اور موبائل فون میں یوٹیوب پر بچے کو اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ پچھلی قوموں کی باقیات یعنی قومِ عاد' قوم ثمود' بنو قریظہ' بنو نضیر اور خیبر کے قلعوں کے کھنڈرات' ہر دو تین مہینوں میں بتاتے رہیں اس سے حق الیقین کی کیفیت پیدا ہوگی اور اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کی نبوت کی سچائی کو سمجھانے کے لئے مختلف معجزات عطا کئے، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی معجزات دئے گئے تھے، تمام پیغمبروں کے معجزات عملی تھے جو ان کی زندگی کے بعد دنیا سے ختم ہو گئے، ان کے علمی معجزات بھی ان کی زندگی تک محفوظ رہے بعد میں ان میں تحریف کردی گئی، آج اگر کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا ید بیضاء یا عصا مل جائے تو اس سے ان کا معجزہ دکھانا چاہے تو وہ صرف ایک لکڑی ہوگی، جس سے کوئی کمال ظاہر نہیں ہو سکتا، اسی طرح اگر کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مٹی کے پرندوں میں پھونک مارنے یا مردے کو زندہ کر کے بات کرنے یا کوڑھی اور اندھے پر ہاتھ پھیر دے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے نہیں دکھا سکتا، چنانچہ پچھلے پیغمبروں کو عملی معجزے دئے گئے تھے، جو ان کے بعد باقی نہیں رہے، ان کو ے علمی معجزے صرف ان کی زندگی کی حد تک ہی رہے، ان کے بعد ان کی قوم ان کے علم کو نہ دوسروں کے سامنے صحیح پیش کر سکی اور نہ اس کے اثرات خود ان کی زندگی میں باقی رہے، آہستہ آہستہ ان کی قومیں آسمانی ہدایات سے غافل ہو کر بھول گئی اور ان کی شکلیں بدل ڈالیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عملی معجزے کے ساتھ ساتھ علمی معجزہ قرآن مجید دیا، اور پھر دونوں کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے باوجود آپ ﷺ کی زندگی کے حالات جب کوئی انسان پڑھتا ہے تو وہ عین قرآن کی چلتی پھرتی مثال اُسے نظر آتی ہے اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے ہی زمانے کے کسی زندہ شخصیت کے حالات پڑھ رہا ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کا عملی معجزہ قرآن مجید جو تمام آسمانی کتابوں کی سردار، نچوڑ اور عطر ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے باوجود آج بھی زندہ معجزہ ہے جس سے کٹّر سے کٹّر مشرک فیض یاب ہو کر توبہ کرتا اور مثالی انسان بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا زندہ معجزہ بنا کر قیامت تک باقی رکھنے کا وعدہ کیا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا ثبوت بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس کے الفاظ بھی معجزاتی ہیں جو عام عربی زبان کے الفاظ نہیں، ان الفاظ کی فصاحت و بلاغت کی خود عربی یا کسی دوسری زبانوں میں مثال ہی نہیں، اس کے الفاظ کا انسان پر زبردست اثر اپڑتا ہے، اس کے الفاظ کی تلاوت اور لحن بھی معجزاتی ہے، دنیا کی کوئی موسیقی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، دنیا کی دوسری کوئی کتاب کے پڑھنے سننے میں ایسی کشش اور جاذبیت نہیں ہے جو قرآن کی تلاوت میں ہے، ان الفاظ کا معنٰی ومطلب نہ سمجھنے والے غیر مسلم بھی متاثر ہوجاتے ہیں، بار بار سننے سے ان کے دلوں، کانوں کی پیاس بجھتی ہے اور بعض کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوجاتے ہیں۔

اگر مسلمان اس کلام کی یہ معجزاتی کیفیت پر غور کرلے تو اس میں اس کلام کی سچائی کا یقین پیدا ہوگا، اس جیسی حلاوت، کشش دنیا کی کسی دوسری کتاب میں نہیں، بار بار سننے اور پڑھنے کے باوجود کوئی اُکتاتا نہیں، ہر بار اس کے پڑھنے سے ایک نیا اثر پیدا ہوتا ہے۔

اس کلام کی معجزاتی کیفیت یہ ہے کہ جو جس نیت سے پڑھے اسے وہ چیز ملتی ہے، اگر کوئی ہدایت کی نیت سے پڑھے تو اُسے ہدایت ملتی ہے اور عقائد درست ہوتے ہیں، کوئی برکت کی نیت سے پڑھے تو برکت ملتی ہے، کوئی صرف نیکیاں حاصل کرنے کے لئے بغیر سمجھے پڑھے تب بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں، کوئی حکمت سمجھنے کے لئے پڑھے تو اُسے حکمت ملتی ہے، اور کوئی حکیم بیماریوں سے شفاء پانے کا نسخہ ڈھونڈنے کے لئے پڑھے تو اُسے وہ حکمت واسبابِ علاج بھی ملتے ہیں، کوئی اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے پڑھے تو اُسے معرفتِ الٰہی کے راستے ملتے ہیں، کوئی عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے لئے پڑھے تو اسے عبرت ونصیحت ملتی ہے، کوئی مسائل زندگی معلوم کرنے کے لئے پڑھے تو اُسے مسائل ملتے ہیں، اور کوئی مردے کی جان آسانی سے نکلنے کے لئے پڑھے تو اس کا اثر محسوس کرسکتا ہے، کوئی اس کی آیات کو شیطان بھگانے کے لئے، جادوٹونے اور شیطان سے حفاظت کے لئے پڑھے تو وہ جادو اور شیطان سے محفوظ رہتا ہے، کوئی اس کی آیات کو جسم پر دم کرنے کے لئے پڑھے تو اس کو شفاء ملتی ہے۔

جب انسان اللہ کے کلام کے یہ معجزاتی اثرات پر غور کرے گا تو اسے کلام الٰہی کی

سچائی کا یقین پیدا ہوسکتا ہے، یہ کیفیت دنیا کی کسی دوسری کتاب میں نہیں، یہ بھی غور کریں کہ اس کی دعاؤں کے اثرات انسان خود اپنی زندگی میں محسوس کر سکتا ہے، حفاظ جب اس کلام کو حفظ کرتے ہیں' رات دن پڑھتے ہیں تو ان کے جسموں اور چہرے پر اس معجزاتی کلام کا نور ظاہر ہوتا ہے، ان کے چہرے عام انسانوں سے الگ ہو جاتے ہیں، انسان نماز ادا کرے تو نماز اور کلام کا نور اس کے چہرے پر اور پیشانی پر ظاہر ہوتا ہے، دل میں روحانی پاکیزگی اور سکون پاتا ہے، اگر نماز کو اپنی مادری زبان میں پڑھیں تو کوئی نور ظاہر نہیں ہوتا اور نہ اس نماز میں نورانیت نظر آتی ہے، جب انسان اس طرح غور کرے تو اس کو اس معجزاتی کلام کی سچائی کا یقین پیدا ہوسکتا ہے۔

یہ دنیا میں واحد کتاب ہے جس کے قانون اور احکام بھی معجزہ ہیں، چنانچہ دنیا کا بڑے سے بڑا قانون داں آج تک اس جیسی ایک سورت یا ایک آیت بھی نہیں بنا سکا، جبکہ اہل عرب تو دن رات عربی زبان بولتے، لکھتے اور پڑھتے ہیں، ان کی حکومتیں وعدالتیں ان کے سب کاروبار عربی زبان میں ہی ہوتے ہیں، مگر وہ بھی عاجز ہیں کہ اس کلام جیسی کوئی ایک آیت بنا سکیں۔

اس معجزاتی کلام کے ذریعہ اللہ نے جو عبادات کا قانون اور ضابطہ دیا ہے اس سے بہتر عبادات کا فطری طریقہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں بنایا، اس کلام سے اللہ تعالیٰ کی جو معرفت اور پہچان بتلائی گئی ہے اور خالص عقیدہ دیا گیا ہے اس سے بہتر عقیدہ کوئی نہیں دے سکتا، اس معجزاتی کلام سے اللہ نے اپنی حکمت سے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کا جو ضابطہ دیا ہے اس سے بہتر آج تک کسی نے نہیں دیا، حقوق کی تعلیم سوائے اسلام کے کسی نے نہیں دی اور نہ کوئی دے سکتا ہے، اس کے تعزیراتی قانون، معاشیات کا قانون، جنگی قانون وغیرہ کا دنیا مقابلہ نہیں کرسکتی، اس کے برعکس وہ خود اس کے قانون کو فطری طور پر پسند کرتی ہے اور نقل کر کے اپنے قانون اسی قانون کے تحت بناتی ہے، اگر انسان اس پر غور کرے تو اُسے قرآن مجید کی سچائی کا یقین پیدا ہوسکتا ہے، اقوامِ متحدہ کے داخلہ پر انگریزوں نے اسی قانون کی بعض نکات اپنے الفاظ میں لکھ کر لگایا ہے، انسان اس

کو ذہن میں رکھے تو اس کو کلامِ الٰہی پر یقین آسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو رسول اللہ کا سب سے بڑا معجزہ بنا کر قیامت تک محفوظ رکھا، چنانچہ اس معجزہ کا یہ عالم ہے کہ اس کا ہر حکم معجزہ ہے اس کی آیات کو سمجھنے سے انسان میں روحانیت پیدا ہوتی ہے، اور اس پر عمل کرنے سے انسان معجزہ نما (قرآن کی عملی مثال) بن جاتا ہے، اس کی زندگی عام انسان کی زندگی سے الگ ہوکر مثالی بن جاتی ہے، یہ بھی ایک معجزہ ہے،، جیسے صحابہ کرامؓ کی زندگیاں بنیں، تقریباً ساڑھے چودہ سو سالوں سے اس معجزے سے فیض ہی فیض جاری ہوکر بڑے بڑے اہل اللہ بنے۔

رابندر ناتھ ٹیگور ایک مرتبہ حضرت سید سلیمان ندویؒ کے ساتھ ایک پانی کے جہاز میں سفر کر رہے تھے، تو انہوں نے ٹیگور سے سوال کیا کہ آپ کی مذہبی کتابوں کا اثر انسانوں کی زندگیوں میں کیوں نظر نہیں آتا؟ جبکہ قرآن مجید کا اثر انسانوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے، ٹیگور نے کہا کہ قرآن مجید کا اثر اس لئے مسلمانوں میں نظر آتا ہے کہ محمد ﷺ کی زندگی کے حالات محفوظ ہیں، اس لئے کتاب پر لوگ پیغمبر کی نقل میں عمل کرتے ہیں، اس لئے یقین پیدا کیجئے کہ رسول اللہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں، دوسرے تمام پیغمبر جو دنیا میں آئے ان کی زندگی کے حالات ان کی قوموں نے محفوظ نہیں رکھا، اس لئے ان کتابوں پر عملی صورت بھی نظر نہیں آتی، اور وہ قرآن نازل ہونے کے بعد وہ منسوخ ہوچکی ہیں، ساڑھے چودہ سو سال سے اس معجزے کی کوئی نظیر بھی نہیں لاسکا، اس معجزے کی سچائی کا کمال یہ ہے کہ اس کا ہر حکم وضابطہ انسان کی عین فطرت کے مطابق ہے، جو ہر زمانے کے انسانوں کی رہبری فطرت کے مطابق کرسکتا ہے، یہ یقین پیدا کرنے کا بہت اہم نکتہہے، ایک انسان اس کے قانون پر عمل کرکے پورے معاشرے میں ممتاز اور الگ بن جاتا ہے، معجزے پر عمل کرکے معجزہ نما بن جاتا ہے، یعنی اس کو دیکھ کر اس معجزے کو سمجھنا آسان ہوجاتا ہے، اس معجزے کے ہر اعمال صالحہ اور قانون پر عمل کرنے سے انسان کو عزت، راحت، سکون اور حفاظت ملتی ہے، اس کے اعمال صالحہ دوسری قوموں کے اعمال سے بالکل مختلف ہوجاتے ہیں، اس لئے اس کا ہر عمل معجزاتی عمل ہے، مثلاً نماز، وضو، تلاوت،

عاجزی وانکساری اور وقت کی پابندی اور مساوات انسانی، اجتماعیت وغیرہ کی مثال دوسری قومیں نہیں لاسکتی، نماز کے لئے دعوت دینے اور پردہ کا نظام قائم کرنے کے لئے روزے کے ذریعہ روح کو طاقتور بنانے حج کے لئے ساری دنیا کے مختلف ملکوں کے انسانوں کا سال میں ایک مرتبہ اجتماع اور زکوٰۃ وغیرہ کا نظام ایک خاص معجزاتی کیفیت رکھتا ہے، جس کی مثال دنیا کا کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کرسکتا، ان تمام اعمال میں نورانیت ہی نورانیت ہے۔ یہ باتیں اگر انسان دل میں بٹھالے تو اس کو کلام الٰہی پر یقین مضبوط ہوسکتا ہے۔

پچھلے زمانوں میں لوگ پیغمبروں کی دعوت پر ان کی سچائی جاننے کے لئے معجزے مانگتے تھے، حالانکہ ان کو معمولی چیزوں کے معجزے مانگنے کے بجائے کائنات کی مخلوقات پر غور کر کے پیغمبر کی اور ان کی تعلیمات پر یقین پیدا کرنا چاہئے تھا، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو کائنات کی چیزوں پر غور کرنے سے قرآن مجید کی سچائی پر یقین پیدا ہوسکتا ہے، قرآن نے انسانوں کو زمین آسمان، ہوا، پانی، جانوروں، پہاڑوں اور نباتات وغیرہ میں غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

غور کیجئے سورج ایک معجزہ ہے، جو اللہ کی قدرت سے آدھی دنیا میں دن اور رات لاتا ہے، اس جیسی گرمی اور روشنی کی ایک لہر کوئی انسان پوری دنیا کے لئے نہیں بنا سکتا، چاند جو سورج کی روشنی سے چمکتا ہے' اندھیری رات کو سکون حاصل کرنے کا ایک معجزہ ہے جس سے سمندروں میں مدّ وجزر پیدا ہوتا ہے، کیا کوئی انسان چاند جیسی ٹھنڈی روشنی پیدا کر کے پھلوں میں مٹھاس لاسکتا ہے، اللہ نے جانداروں کو ایک گندہ ناپاک بے جان قطرہ سے پیدا کر کے مختلف جاندار پیدا کر کے معجزے ظاہر کرتا ہے، کیا کوئی انسان یا حکومت ایسا معجزہ ظاہر کرسکتا ہے، زمین کو اللہ نے اپنی قدرت کی نشانی بنایا جو ایک معجزاتی طور پر کام کر کے مختلف کام انجام دیتی ہے، اسی طرح نباتات، جمادات، حیوانات' یہ سب اللہ نے انسان میں وحی کی تعلیم میں یقین پیدا کرنے کے لئے بڑے بڑے معجزے بنائے اور قرآن مجید کو قول الٰہی اور کائنات کی چیزوں کو فعل الٰہی بنا کر معجزاتی مثالیں رکھی ہیں، جس طرح زمین، آسمان، ہوا، پانی اور نباتات

جیسے معجزات کوئی نہیں بنا سکتا، اسی طرح قرآن کا معجزہ بھی کوئی نہیں لاسکتا۔ مگر انسان ان چیزوں پر غور نہیں کرتا، اگر وہ غور کرے تو وحی الٰہی کے احکام پر ایمان و یقین مضبوط کر سکتا ہے۔

حلال رزق کے بغیر نورِ معرفت الٰہی نہیں ملتی

آج اکثر مسلمانوں کے پاس قرآن مجید کی بڑی بڑی باتوں اور احکام کا علم تو بہت ہے، مگر وہ واقف ہونے کے باوجود جان بوجھ کر عمل نہیں کرتے، اس میں دو چیزوں کا دخل ہے، ایک تو ایمان میں یقین کی کمی ہے، دوسرے پیٹ میں رزق حرام زیادہ جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ رزّاق ہونے کے ناطے دنیا میں دو طرح کا رزق نازل کیا ہے، ایک روحانی و آسمانی رزق، دوسرا مادّی اور جسمانی رزق، روحانی رزق قرآن مجید کی شکل میں دنیا میں نازل کیا گیا، چنانچہ روحانی رزق کا خاص تعلق جسمانی و مادّی رزق سے ہے۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے، پاک ذات نے اپنا نورانی پاک کلام نورانی فرشتوں کے پاک سردار حضرت جبرئیلؑ سے پیغمبر پر بھیجا ہے، پیغمبر جو معصوم و پاک ہیں، اس نورانی کلام کو حاصل کر کے بندوں تک پہنچایا ہے، مگر اللہ نے یہ نظام بنایا کہ یہ نورانی پاک کلام اسی انسان کے دل میں جگہ پا سکتا ہے جو پاک اور حلال رزق اپنے جسم میں اتارے اور حلال مال سے زندگی گذارے، اگر انسان جسم کو حرام راستوں سے ملنے والے رزق سے پرورش کرے اور حرام مال سے زندگی گذارے تو وحی الٰہی اس کے دل و دماغ میں جگہ نہیں پاتی، ایک کان سے سنتا دوسرے کان سے چھوڑ دیتا ہے، حرام مال کے استعمال سے انسان کا قلب سخت گندہ ناپاک ہوجاتا ہے اس کی روح بیمار بن جاتی ہے اور اس پر نفس امارہ کا غلبہ چھا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے قلب کو نور معرفت الٰہی نہیں ملتا، اور وہ دین کے احکام جاننے کے باوجود اپنے جسم کو عمل صالح کی رغبت نہیں دلا سکتا، دنیا کو دین بنانے کے بجائے دین کو دنیا بنا دیتا ہے، ایسا انسان اگر حرام مال سے عالم بھی بن جائے تو اس کے علم میں برکت اور اثر نہیں رہتا، اس کی زبان کا اثر بھی ختم ہوجاتا ہے، اس کی دعوت لوگوں کے دلوں میں نہیں اترتی۔

جب انسان کا قلب نور معرفت سے خالی ہوتا ہے تو اس کو نیکی کرنے کی توفیق بھی نہیں

ملتی، اس کے نزدیک دین کے احکام صرف معلومات کی حد تک ہی ہوتے ہیں، اسی لئے اسلام نے رشوت اور جوڑے کی رقمیں، سود، جوّا، جسم فروشی، زنا کے کاروبار، امانت میں خیانت، چوری، قرض لے کر ڈوبانا، جھوٹے مقدمات اور گواہی، ناچ گانے، شراب کے کاروبار، فضول خرچی وغیرہ جیسے تمام کاموں کو حرام کیا ہے، ان راستوں سے اگر انسان مال حرام حاصل کرے گا تو انسان کا قلب برباد ہو جائے گا اور وہ اللہ کی توفیق سے محروم رہے گا، اس میں اعمال صالحہ اختیار کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا، اس کو گناہوں سے لذت اور نیکیوں سے گھبراہٹ ہوگی۔

حلال مال اور رزق سے انسان میں نفس لوّامہ تندرست رہتا ہے اور اس میں نیکیوں سے رغبت اور گناہوں سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے، اس کا دل نورِ معرفت سے نورانی بنا رہتا ہے، اس پر معرفتِ الٰہی اور علم کے دروازے کھلتے رہتے ہیں، حرام مال کھانے والا چاہے نماز ادا کرلے، دن بھر ذکر کرتا بیٹھا رہے، اس کے وظائف میں نورانیت پیدا نہیں ہوتی، اس کا ذکر صرف حلق تک ہی رہتا ہے، وہ زبان کی ورزش بن جاتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مال کے استعمال کو دیکھ کر حرام وحلال کا اندازہ لگالیتا ہوں کہ مال کیسے کمایا گیا اور کیسے صرف کیا جارہا ہے، اگر حلال راستے سے کمایا گیا ہو تو کبھی اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہیں ہوتا، پاک طریقوں میں خرچ ہوتا ہے، حرام طریقوں سے کمایا ہوا مال ہو تو جس طرح پاک مال حرام راستوں پر خرچ نہیں ہوتا اسی طرح ناپاک مال پاک جگہ پر خرچ نہیں ہوتا۔

صحابہ کرامؓ ایمان قبول کرتے ہی حلال اور پاکیزہ مال سے اپنی زندگی میں عمل کرتے تھے، وہ ایمان قبول کرنے کے بعد حرام راستے دھوکہ، فریب، جوا، ریس، گانا بجانا، حرام طریقے، رشوت، سود، جوڑے کی رقمیں، قرض ڈوبانا، امانت میں خیانت، جھوٹ بولنے، جھوٹے مقدمے، چوری، غبن، گھروں، زمینات اور دُکانات پر ناجائز قبضہ نہیں کرتے تھے، آج اکثر مسلمان نماز بظاہر پڑھتے ہوئے اپنی اولاد اور اہل وعیال کو حرام راستوں سے مال حاصل کر کے دنیا بھی بنانا چاہتے ہیں، حرام مال سے ڈاکٹر اور انجینئر بناتے ہیں، فضول

خرچی کے ساتھ شادیاں کرتے ہیں، نکاح کو مشکل کر چکے ہیں، ان کی نماز ان کو برائی اور بے حیائی سے نہیں روکتی، اور وہ جسارت کے ساتھ حرام مال کمانے سے نڈر بنے ہوئے ہیں، اس لئے اللہ کی توفیق سے محروم ہیں، ان کے دلوں میں ایمان کی نورانیت بہت کم ہے، اس لئے دینی احکام پر ایمان و یقین کی کمزوری کا دوسرا سبب دین سے ناواقفیت نہیں بلکہ دلوں کی سختی، ظلم اور گناہوں سے حرام راستوں سے مال حاصل کرنا ہے اور دنیا چمکانا ہے۔

دینی احکام کو ماننے کے باوجود عمل نہ کرنے کی دو بڑی وجوہات

(۱) ایمان میں یقین کی کمی، (۲) اللہ کی توفیق سے محرومی، جو لوگ ایمان میں کمزور یقین رکھتے ہیں وہ شعوری ایمان سے خالی ہیں، کلمہ پڑھ کر شرکیہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہیں، دوسرے وہ لوگ جو دین کی معلومات رکھتے ہیں مگر احکام پر عمل اس لئے نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے دلوں میں آخرت کے مقابلے دنیا کی محبت بھری ہوتی ہے، مثلاً حرام مال، رشوت، شادی کے نام پر جوڑے کی رقمیں، ناجائز سامانِ جہیز، حرام مال سے دعوتِ ولیمہ اور جاہلانہ رسم و رواج کرنا، حرام مال سے اولاد کی دنیا بنانا، عالیشان بنگلہ، موٹر اور سامانِ عیش کے ذریعہ مغربی طرز پر گھروں کو سجانا، ناجائز جھوٹے ڈوری اور تلک کے مقدمے ڈال کر مال وصول کرنا، مکان، دُکان اور زمین پر ناجائز قبضے کر کے دولت وصول کرنا، رشوت سے حقدار کا حق مارنا، قرض لیکر ڈوبو دینا، نوکری میں کام چوری، تجارت میں جھوٹ و دھوکہ، ہراج، رہن اور لاٹری کے نام پر سود کھانا، فکس ڈپازٹ اور بینک کا سود حلال کر لینا، اسی سے دعوتیں کرنا، اوقاف کی جائیدادوں پر قبضے کر لینا، کسی ادارے کے ذمہ دار بن کر غبن کرنا، مساجد اور مدارس کا حساب درست نہ رکھنا، مدرسوں کو ناجائز مال سے چندہ دینا، اور چندوں کے مال کو غلط مصرف میں استعمال کرنا، ناچ گانے بجانے کے ذریعہ مال کمانا، محنت کی طاقت کے باوجود بھیک مانگنا، چوری کرنا، امانت میں خیانت کرنا، دادا گیری سے معمول وصول کرنا وغیرہ، ان تمام اعمالِ رذیلہ و گناہِ کبیرہ کی وجہ سے اللہ کی طرف سے توفیق سے محروم ہو گئے ہیں، علم رکھنے کے باوجود قرآن پر عمل کی توفیق نہیں مل رہی ہے۔